سید مسعود حسن رضوی ادیب

اندر سبھا

مصنفہ

سید آغا حسن امانت لکھنوی

کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ

مصنف کے دیکھے اور صحیح کیے ہوئے نسخوں سے مرتب مکمل

اندر سبھا

(امانت)

سید مسعود حسن رضوی ادیب

کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۳

دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱

اندر سبھا (امانت)

سید مسعود حسن رضوی ادیب

ناشر : کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ
مطبع : نامی پریس، لکھنؤ - ۳
تعداد : ایک ہزار

قیمت :- چار روپے پچاس پیسے

پیش نامہ

امانت کی اندر سبھا اپنی ابتدائی بنیادی صورت میں ۱۲۷۱ھ میں شایع ہوئی پھر مصنف کی نظر ثانی کے بعد ۱۲۷۲ھ میں اور مصنف ہی کی دوبارہ نظر ثانی کے بعد ۱۲۷۵ھ میں شایع ہوئی۔ پہلی، دوسری اور تیسری ترتیب میں جو فرق ہے، اس کی مختصر نشان دہی ذیل میں کی جاتی ہے۔

دوسری ترتیب میں چاروں پریوں کی زبانی ایک ایک غزل خارج کر کے ان کی جگہ چار نئی غزلیں داخل کر دی گئیں۔ اس کے علاوہ چار غزلوں، دو ٹھمریوں اور تین موسمی گیتوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ پیش نظر کتاب میں بغلی حاشیے پر خارج، داخل اور اضافہ کے الفاظ لکھ کر ان سب تبدیلیوں کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

تیسری ترتیب میں وہ چاروں غزلیں پھر شامل کر لی گئیں جو دوسری ترتیب میں نکال دی گئی تھیں۔ لیکن بیشتر غزلوں میں سے غالباً اختصار کی غرض سے کچھ کچھ شعر نکال ڈالے گئے، جن کی مجموعی تعداد ۳۸ ہے۔ پیش نظر ایڈیشن میں ان شعروں پر یہ نشان ؞ لگا دیا گیا ہے۔ نور الٰہی و محمد عمر نے اندر سبھا کو ایکٹوں اور متعدد سینوں میں تقسیم کر کے نئی صورت سے ترتیب دے کر مقدمے اور حواشی کے ساتھ خاص اہتمام سے ۱۹۲۹ء میں لاہور سے شایع کیا۔ اس ترتیب میں ان ۳۸ شعروں کے علاوہ غزلوں کے نو شعر، مختلف مقامات کے تین شعر اور ایک ٹھمری کے دو بول اور حذف کر دیے گئے ہیں، جن میں فی الجملہ عریانی پائی جاتی تھی۔ ان سب پر یہ نشان × بنا دیا گیا ہے۔

پیشِ نظر ایڈیشن میں مذکورۂ بالا چاروں ایڈیشن اس طرح جمع کر دیے گئے ہیں کہ اُن امتیازی نشانات اور نعلی حاشیوں کے الفاظ خارج، داخل اور اضافہ کی مدد سے ہر ایڈیشن کو الگ کر سکتے ہیں۔

اندر سبھا کی پہلی ترتیب میں مصنّف کا پُراز معلومات طولانی مقدمہ 'شرحِ اندر سبھا' کے نام سے شامل ہے۔ دوسری ترتیب مصنّف کی نظرِ ثانی اور تصحیح کے بعد چھاپی گئی اور مصنّف نے ایک قطعے میں اس کے بالکل صحیح ہونے کی توثیق کر کے اس پر اپنی مہر لگا دی ہے۔ وہ قطعہ حسبِ ذیل ہے:

گزر کر مدّہر میں اپنی نظر سے صحیح اندر سبھا بس یہ چھپی ہے
غلط اس میں نہیں ہے ایک نقطہ برائے صحت اس پر مہر کی ہے

اندر سبھا کی پہلی ترتیب کے تین نسخے مختلف مطبعوں کے چھپے ہوئے اور دوسری اور تیسری ترتیب کا ایک ایک نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ پانچوں نسخے جتنے اہم ہیں اتنے ہی کم یاب بھی ہیں۔ انھیں نسخوں کی مدد سے پیشِ نظر ایڈیشن میں اندر سبھا پہلی مرتبہ اپنی مکمل صورت میں سامنے آ رہی ہے۔

سیّد مسعود حسن رضوی ادیب

مقدمہ

لکھنؤ کے شاہی ڈرامے

فن موسیقی کی سرپرستی ہندوستان کے راجاؤں اور بادشاہوں کا معمول تھا۔ اودھ کے فرمانرداؤں نے بھی اس روایت کو قائم رکھا۔ اودھ کے آخری تاجدار سلطان عالم واجد علی شاہ اپنے زمانے میں رقص و موسیقی کے سب سے بڑے سرپرست تھے۔ ڈرامے کا فن جو قدیم زمانے میں بڑی ترقی کرنے کے بعد زوال کی انتہا کو پہنچ چکا تھا، واجد علی شاہ نے اس کو ذلت کے گڑھے سے اٹھا کر عزت کے سنگھاسن پر بٹھایا اور گلی کوچوں سے نکال کر شاہی محل میں پہنچایا۔ انھوں نے ولی عہدی کے دنوں میں رادھا کنھیا کی داستان محبت پر مبنی ایک چھوٹا سا ناٹک لکھا۔ جو رہس کہلایا۔ وہ شاہی محل میں کھیلا گیا۔ انھوں نے اپنی تین رومانی مثنویوں کے کھیل تیار کیے۔ وہ بھی رہس کے نام سے یاد کیے گئے۔ صرف شاہی خاندان کے لوگ ان کھیلوں کو دیکھ سکتے تھے۔ پھر بعض شاہی تقریبوں میں خاص طور پر مدعو کیے ہوئے امرائنے یہ کھیل دیکھے اور بعد کو بادشاہ کے قائم کیے ہوئے جوگیا میلے میں عام اہل شہر کو انھیں دیکھنے کا موقع ملا۔ ان پرستانی جلسوں کو دیکھ کر عوام کے دل میں ڈرامے کا جو شوق پیدا ہوا، اس کا ذکر واجد علی شاہ نے ذیل کے شعروں میں کیا ہے:

اٹھاتے ہیں کیا کیا مزے سامعیں ۔۔۔ بھلا ایسے ہوتے ہیں جلسے کہیں

عجب بزم، حاصل ہے جس سے سرور — حقیقت میں آوازہ ہے دور دور
یہ سن سن کے لذت اٹھاتے ہیں لوگ — کہ مشتاق ہو ہو کہ آتے ہیں لوگ
کیا ساری خلقت نے جلسہ پسند — ہوا شوق دل دیکھنے سے دوچند
ہزاروں نے کی پیروی اختیار — دیے جلسے اپنی طرح پر قرار
نیا ناچ گانا نئی گفتگو — یہی جلسہ اب عام ہے کو بہ کو
یہاں تک کہ اطفال بھی صبح و شام — یہی کھیل اب کھیلتے ہیں مدام
کیا ساری خلقت نے جلسہ پسند — ہوا شوق دل دیکھنے سے دوچند [۲]

عوام کا یہ شوق پورا کرنے کے لیے سید آغا حسن امانت لکھنوی نے اندر سبھا کے نام سے ایک ناٹک لکھا۔ امانت نے خود بھی ایک شاہی ڈراما دیکھا تھا، جس کا حال انھوں نے اندر سبھا کے مقدمے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کے بیان سے چند جملے یہاں درج کیے جاتے ہیں:

"صل علیٰ کیا رہس مبارک طبع سلیمان جاہ سے ایجاد فرمایا کہ پریوں کا ہوش اڑایا اور راجا اندر کے اکھاڑے پر حرف آیا ... پریاں بن بن کر محفل میں آتی ہیں، حضرت کی چیزیں گاتی ہیں، رقص کا انداز دکھاتی ہیں ... سرخ دوپٹہ بھاری محفل میں تنتا ہے، شفق کا جواب بنتا ہے ... زہرہ خصال مشتری جمال کس پھرتی سے ناچ ناچ کر اس کے تلے سے نکل جاتے ہیں ... طبلے کی تھاپ فلک میں سماتی ہے، سارنگیوں کی آواز زمین کو ہلاتی ہے ... مثنوی حضرت کی پڑھی جاتی ہے۔"

ایک مدت تک لوگ اندر سبھا کو اردو کا پہلا ڈراما سمجھتے رہے ہیں۔

یکن راقم کی سالہا سال کی تلاش و تحقیق کے نتیجے میں یہ خیال غلط ثابت ہو چکا ہے۔ مگر اس سے اندر سبھا کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ وہ اردو کا پہلا ڈراما ہے جو عوامی اسٹیج کے لیے لکھا اور کھیلا گیا، جس کو قبول عام نے ملک یں شہر شہر اور ادھر میں گاؤں گاؤں پہنچا دیا، جو چھپ کر منظر عام پر آیا اور یکڑوں مرتبہ شایع ہوا، جو دیوناگری، گجراتی، مرہٹی، گرمکھی خطوں میں بھی چھاپا لیا اور جس کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا گیا۔ اندر سبھا کی تاریخی اہمیت تو مسلم تھی ہی، فتہ رفتہ اس کی ادبی اور فنی حیثیت بھی مسلم ہوتی گئی۔

ندر سبھا کے مصنف
مانت لکھنوی

سید آغا حسن امانت کے بزرگ ایرانی تھے۔ ان کے جد اعلیٰ سید علی رضوی مشہد مقدس میں حضرت ام رضا کے روضہ کے کلید دار تھے۔ امانت سنہ ۱۲۳۱ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور یس برس کی عمر تک تحصیل علم میں مصروف رہے۔ پھر بعض امراض باردہ کے سبب سے ن کی زبان بند ہوگئی اور وہ قلم سے زبان کا کام لینے لگے۔ وہ خود کہتے ہیں:

قلم رواں نہیں گویا یہ ہے زباں میری
باں میں نظم سے روشن ہے حال امانت کا

سنہ ۱۲۶۰ھ میں امانت نے عتبات عالیات کی زیارت کے لیے عراق کا سفر کیا۔ ایک ن امام حسینؑ کے روضے میں دعا مانگ رہے تھے کہ ان کی زبان، جو تقریباً دس س سے بند تھی، خود بہ خود کھل گئی، مگر زبان میں لکنت باقی رہی۔

امانت کو پندرہ سال کی عمر سے شعر کہنے کا شوق ہوا۔ ابتدا میں چند نوحے اور سلام ے۔ ان کے والد اور اس عہد کے مشہور مرثیہ گو میاں دلگیر میں بہت مراسم تھے۔ وہ بیٹے ان کے پاس لے گئے اور اس کے کلام کی اصلاح ان سے متعلق کر دی۔ کچھ دن تک

امانت صرف نوحے اور سلام کہتے رہے، پھر طبیعت غزل گوئی کی طرف مائل ہوئی۔ دیگر
اکثر مرثیہ گویوں کی طرح غزل گوئی ترک کر چکے تھے۔ انھوں نے غزلوں پر اصلاح
دینے سے انکار کر دیا۔ امانت نے کسی دوسرے استاد سے اصلاح لینا پسند نہ کیا۔ اپنے
طور پر غزلیں کہتے رہے اور اس فن میں کافی مشق بہم پہنچائی۔ جب ان کی زبان بند
ہو گئی تو دن کا زیادہ حصہ شعر کہنے میں اور رات کے دو پہر شاگردوں کی غزلیں بنانے
میں صرف کرنے لگے۔

امانت کے شاگرد بہت تھے۔ ان کے دیوان میں ایک غزل موجود ہے۔ جو اس
صنعت سے کہی گئی ہے کہ ان کے پچیس شاگردوں کے تخلص اس میں آگئے ہیں۔ اور
یہ ان کے شاگردوں کی مکمل فہرست نہیں ہے۔ اس غزل کا مطلع یہ ہے:

کیوں ہوں نہ لطافت سے پر اشعار امانت ‏ ‏ مائل ہو رعایت پہ دل زار امانت

امانت کی مرثیہ گوئی عراق کے سفر سے واپس آنے کے بعد وہ مرثیہ گوئی کی طرف
زیادہ متوجہ ہو گئے۔ امانت کے بڑے بیٹے سید حسن لطافت کا بیان ہے کہ انھوں نے
سوا سو مرثیے کہے، جو شرفا، امرا، شعرا کے مجمعوں میں پڑھے گئے اور بہت مشہور
ہوئے۔ اس عہد میں امانت کے مرثیوں کو جتنی مقبولیت بھی حاصل ہوئی ہو، اب
تو مرثیہ گویوں کے زمرے میں ان کا نام بھی نہیں آتا اور بہت سے لوگوں کو یہ ایک
نئی بات معلوم ہوگی کہ امانت مرثیے بھی کہتے تھے۔ راقم کے کتب خانے میں امانت کے
پندرہ مرثیوں کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان کا ایک مطبوعہ مرثیہ بھی ملا، مگر ان کے
مرثیوں کا کوئی مجموعہ شایع نہیں ہوا۔

امانت کا دیوان امانت کے ایک شاگرد شاہزادہ صاحب عالم مرزا ہمایوں

بخت بہادر نے بڑی کوشش سے استاد کا دیوان مرتب کیا تھا۔ ان کا انتقال امانت کی زندگی ہی میں ہو گیا اور ان کا مرتب کیا ہوا دیوانِ امانت تلف ہو گیا۔ امانت کے انتقال کے بعد ان کے فرزند لطافت نے بڑی کوشش سے ان کا بکھرا ہوا کلام جمع کیا اور ۱۲۶۰ھ میں دیوان مرتب کر کے اس کا تاریخی نام "خزائن الفصاحت" رکھا۔ ترتیب کے سات برس بعد ۱۲۷۵ھ میں اس کے چھپنے کی نوبت آئی۔ دیوان میں طولانی غزلوں کی کثیر تعداد کے علاوہ ایک عشقیہ خط مثنوی کی شکل میں، کئی مخمس، چند مسدس، ایک واسوخت، چند رباعیاں اور قطعات تاریخ بھی شامل ہیں۔

امانت کے واسوخت   امانت کے دیوان میں جو واسوخت شامل ہے اس میں ایک سو سترہ بند ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے دو واسوخت اور کہے تھے ایک واسوخت ایک سو دس بند کا تھا جو ان کے ایک دوست نے کسی بہانے سے لے کر واپس نہیں کیا۔ دوسرا طولانی واسوخت ۱۲۵۹ھ میں شروع کیا تھا۔ انھیں دنوں میں عراق کا سفر کیا اور ایک سال کے بعد واپس آئے۔ سفر سے واپسی کے بعد اس نامکمل واسوخت کو تین سو سات بندوں میں تمام کیا۔ وہ واسوخت ۱۲۶۳ھ میں شہر کے بہت سے امرا، رؤسا اور شعرا کے ایک جلسے میں پڑھا گیا اور بہت پسند کیا گیا۔ امانت کی شہرت کی بنیاد اسی واسوخت سے پڑی۔

۱۲۶۸ھ میں امانت نے اندر سبھا تصنیف کی، جس کی بدولت ان کا نام باقی رہ گیا ہے اور مدتوں باقی رہے گا۔ ۱۲۶۹ھ میں اپنے منتخب کلام کا ایک مجموعہ گلدستۂ امانت کے نام سے مرتب کیا جو اسی سال چھپ کر شائع ہو گیا۔ امانت کو پہیلیاں، چیتانیں اور معمے کہنے کا بھی شوق تھا مگر اب یہ چیزیں دست یاب نہیں

ہوئیں۔

امانت کی نثر نگاری نثر میں امانت کی کسی تصنیف کا پتا نہیں چلتا۔ لیکن انھوں نے اندر سبھا کا جو طولانی مقدمہ "شرح" کے نام سے لکھا ہے وہ ان کی نثر نگاری اور انشا پردازی کا بہت دل کش نمونہ ہے۔ اس کی عبارت میں سلاست ہے، روانی ہے اور بڑی چنچلی اور شگفتگی ہے۔ امانت کا مشاہدہ گہرا اور قوت بیان غیر معمولی ہے۔ وہ حالتوں اور کیفیتوں کی تصویر کشی میں کمال رکھتے ہیں۔ مثلاً ناچنے میں ہر پری کی پیشواز جو کیفیت کھاتی ہے اس کو یوں بیان کیا ہے:

پکھراج پری جب سنہری پیشواز کا دامن توڑوں کے چکر میں ہل جاتا ہے گویا محفل میں گیندے کا تختہ کھل جاتا ہے۔

نیلم پری دامن اودی پیشواز کا بتانے کے وقت جب دست نازک میں جھول جاتا ہے، سبھا میں سوسن کا تختہ پھول جاتا ہے۔

لال پری جب پیشواز گلنار ستارہ دار کا دامن ناچ میں چکر کھاتا ہے، لالہ زار میں جگنوؤں کا جھرمٹ نظر آجاتا ہے۔

سبز پری سنہری چٹکی دوہری دوہری دھانی پیشواز کی کلی کلی پر وقت رقص جب حرکت میں آتی ہے، گویا سبزہ زار میں بجلی کوند جاتی ہے۔

امانت کو ان کی نثر نگاری کی بدولت اس عہد کے اچھے انشا پردازوں میں جگہ دی جاسکتی ہے۔

اندر سبھا میں نثر ناٹک ساگر کے مصنفوں نے اندر سبھا کے اسلوب کے بارے میں

کہ گنو دسین دہلوی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اندر سبھا میں نثر سلیس، بلا تصنع، با محاورہ اور قافیہ بندی سے آزاد ہے۔ اور اس قول کی رد میں خود لکھا ہے کہ اندر سبھا میں نثر کی ایک سطر بھی نہیں ہے۔ یہ دونوں قول حقیقت سے دور ہیں۔ اندر سبھا میں نثر بہت کم ہے مگر ہے اور جتنی بھی ہے وہ بلا تصنع اور قافیہ بندی سے آزاد نہیں ہے۔ اندر سبھا کی نثر کی کل عبارتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ راجا اندر پریوں کو بلانے کا حکم نثر کے ان فقروں میں دیتا ہے۔ لاؤ نیلم پری کو، لاؤ لال پری کو، لاؤ سبز پری کو۔ جب سبز پری جوگن بن کر آتی ہے اور موسیقی کا کمال دکھاتی ہے تو راجا اندر خوش ہو کر اس کو پان دیتا ہے۔ وہ پان لینے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے:

" پان لے کر کیا کروں، کسی سبزہ رنگ کا دھیان ہے۔ ڈلیاں چونا ہیں، بدن دھان پان ہے عشق لہو پی پی کے رنگ لایا ہے، فراق نے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے۔ گلوری لیے مجھے کیا تکتا ہے۔ فقیروں کا منھ کون کیل سکتا ہے۔"

اس کے بعد جوگن ایک ہولی گاتی ہے اور راجا اندر اس کو ہار دیتا ہے۔ وہ پھر انکار کرتی ہے اور کہتی ہے:

" ہار زنہار نہ لوں گی، دل کو خار ہے۔ اپنا گل عذار گلے کا ہار ہو تو بہار ہے۔"

پھر جوگن ایک غزل گاتی ہے اور راجا اندر شالی رومال پیش کرتا ہے۔ وہ پھر ان لفظوں میں انکار کرتی ہے:

" رومال انھیں دیجیے جو تنگ دست ہیں، فقیر اپنی کملی میں مست ہیں۔ عشق کی گرمی نے مارا ہے، پسینے سے کنارا ہے۔ راجا کے دور میں پلے سے آئی ہوں، جو مانگوں سو پاؤں۔"

راجا جواب میں کہتا ہے "مانگ کیا مانگتی ہے؟"

اندر سبھا کا سبب تالیف فن ڈرامہ کے تاریخ نویس نور الٰہی محمد عمر نے اپنی کتاب ناٹک ساگر میں اور ممتاز ڈرامانگار سید امتیاز علی تاج نے اپنے ایک مقالے میں اندر سبھا کا سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ واجد علی شاہ کے کسی فرانسیسی مقرب بارگاہ نے مغربی تھیٹر اور اوپرا (OPERA) کا بیان کر کے بادشاہ کو اس کا مشتاق بنا دیا اور بادشاہ کی فرمائش پر امانت نے اندر سبھا ناٹک تصنیف کیا۔ لیکن یہ قول حقیقت سے بہت دور ہے۔ واجد علی شاہ کے دربار میں فرانسیسیوں کا کیا ذکر کسی انگریز کو بھی مطلق دخل نہ تھا۔ امانت کی رسائی بھی شاہی دربار میں نہ تھی۔ اندر سبھا کی تصنیف میں واجد علی شاہ کے حکم یا فرمائش یا ایما یا خواہش کو کوئی دخل نہیں۔ اس کا سبب تالیف خود امانت کی زبان سے سنیے۔ وہ اندر سبھا کی شرح میں شاہی رہس کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد "سبب تالیف کتاب اندر سبھا" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وضع کے خیال سے کہیں جانا تھا نہ آتا تھا۔ زبان کی وابستگی کی وجہ سے گھر میں بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حاجی مرزا عابد علی یگانۂ ازلی، رفیق شفیق، مونس و غم خوار، قدیمی جاں نثار، شاگرد اول، موزوں طبیعت تخلص عبادت، عاشق کلام امانت انھوں نے ازراہ محبت کہا کہ بے کار بیٹھے بیٹھے گھبرانا عبث ہے۔ ایسا کوئی جلسہ رہس کے طور پر طبع زاد نظم کیا چاہیے کہ دو چار گھڑی دل لگی کی صورت ہووے۔ آخر الامر موافق ان کی فرمائش کے بندہ اس کے کہنے پر آمادہ ہوا۔"

شرح اندر سبھا اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اندر سبھا ۱۲۶۸ھ میں تصنیف

گئی۔ امانت نے اِس کا تفصیلی مقدمہ شرح اندر سبھا کے نام سے سنہ ۱۲۷۰ھ میں لکھا
سنہ ۱۲۷۱ھ میں اندرسبھا شایع ہوئی۔ اسی سنہ میں مختلف مطبعوں کے چھپے ہوئے تین
نسخے راقم کے کتب خانہ میں موجود ہیں، جن میں شرح شامل ہے اور جن کے سرورق
کتاب کا نام' اندر سبھا مع شرح' لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد اندر سبھا بلا مبالغہ
سیکڑوں مرتبہ چھپی مگر اس کی کسی دوسری چھاپ میں شرح شامل نہیں کی گئی۔

ر سبھا کی مقبولیت اندر سبھا کی غیر معمولی مقبولیت کو دیکھ کر جرمنی کے ایک
مستشرق فریڈرش روزن (FRIEDRICH ROSEN) نے اندر سبھا کا ترجمہ جرمن
زبان میں شایع کیا۔ اس کے مقدمے میں مختلف شہروں کے مختلف مطبعوں میں چھپے
ہوئے اندر سبھا کے سولہ نسخوں کی فہرست دی گئی ہے، جن میں چار دیوناگری خط میں،
ایک گجراتی خط میں، اور ایک مرہٹی خط میں تھا۔ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں
سبھا کے اڑتالیس مختلف ایڈیشن موجود ہیں۔ ان میں گیارہ دیوناگری خط میں، پانچ
گجراتی خط میں اور ایک گرمکھی خط میں ہے۔

اندر سبھا کی حیرت خیز مقبولیت کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں نے اسی
کے ناٹک لکھ ڈالے۔ روزن (ROSEN) کا بیان ہے کہ اندر سبھا کے خاکے پر
نے ہندوستانی ڈرامے لکھے گئے ہیں کہ ان سے اچھا خاصا کتب خانہ جمع کیا جا سکتا
ناٹکوں کی اس کثیر تعداد میں ایک بھی ایسا نہ ہوا جو کسی حیثیت سے اندر سبھا کی برابری
سکتا۔ ان میں سے تین ناٹک اوروں سے بہتر ہیں یعنی اندر سبھا مداری لال، بزم سلیمان اور
پرستان۔

⁂ ⁂ ⁂

اندر سبھا کا کھیل

اندر سبھا کتاب جتنی مقبول ہوئی اس سے زیادہ اس کا کھیل مقبول ہوا جہاں کہیں یہ کھیل ہوتا تھا، تماشائی ٹوٹ پڑتے تھے۔ بہت سی پیشہ ور ناٹک منڈلیاں قائم ہو گئی تھیں، جو گھر گھر اور شہر شہر بلکہ قصبات اور دیہات میں اجرت پر اندر سبھا کا کھیل دکھاتی پھرتی تھیں۔

اندر سبھا کے لیے کبھی کوئی عمارت تعمیر نہیں کی گئی۔ وہ زیادہ تر کھلے میدان میں اور کبھی کبھی کسی مکان کے کشادہ صحن میں کھیلی جاتی تھی۔ ایک وسیع شامیانہ لگا دیا جاتا تھا۔ اس کے نیچے بیچ میں کافی جگہ چھوڑ کے ایک طرف راجا اندر کے لیے ایک سجا ہوا تخت اور پریوں کے لیے کرسیاں رکھ دی جاتی تھیں اور تین طرف تماشائیوں کے لیے تخت بچھا دیے جاتے تھے۔ بیچ کی چھوٹی ہوئی جگہ اسٹیج کا کام دیتی تھی۔ اس جگہ اپنا پارٹ ادا کرتے تھے۔ کھیل شروع ہوتے وقت پہلے سازندے آ کر اندر کے تخت اور کرسیوں کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک سرخ پردہ سازندوں کے پیچھے تان دیا جاتا ہے۔ اندر آ کر پردے کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے۔ ساز آمد گاتے ہیں، پردہ اٹھتا ہے، مہتاب چھٹتی ہے اور اندر محفل میں آ کر، ناچ گا کر تخت پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر پکھراج پری، نیلم پری، لال پری اور سبز پری کے لیے اسی طرح پردہ تنتا ہے، آمد گائی جاتی ہے، پری کے رنگ کی مہتاب چھٹتی ہے اور وہ گاتی ناچتی ہوئی محفل میں داخل ہوتی ہے۔ سبز پری کی آمد پر ناٹک کا قصہ شروع ہوتا ہے۔

اندر سبھا کا کھیل بعض جزئیات میں قدیم ہندوستانی ناٹک سے بعض میں قد

یونانی ڈرامے سے اور بعض میں انگلستان کے عہد الزبتھ کے ڈرامے سے مشابہ تھا۔ قدیم ہندوستانی اسٹیج پر صرف پچھلا پردہ (Back curtain) پڑا رہتا تھا بلکہ الزبتھ کے زمانے کا انگریزی تھیٹر جہاں شیکسپیئر کے مشہور عالم ڈرامے کھیلے جاتے تھے وہاں بھی اسٹیج پر پچھلے پردے کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ اندر سبھا میں بھی مقام کا تصور پیدا کرنے والی کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ کسی کردار کا اپنا پارٹ ادا کر کے تماشائیوں کے سامنے سے ذرا الگ ہٹ جانا اور دوسرے کردار کا سامنے آ کر اپنا کام کرنا سین بدل جانے کے برابر تھا۔ جب اس طرح خیالی طور پر سین بدل جاتا تھا تو وہی جگہ جو ابھی کچھ تھی اب کچھ اور بن جاتی ہے۔ مثلاً وہی جگہ جو ابھی اندر کی سبھا تھی اب سبز پری کا باغ بن گئی۔

وقت کا گزرنا ظاہر کرنے کے لیے ڈراپ کرٹین (Drop curtain) یعنی اسٹیج کے آگے گرنے والے پردے سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ مگر الزبتھی اسٹیج کی جگہ اندر سبھا کے کھیل میں بھی یہ پردا نہ تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ کالا دیو سنگل دیپ سے روانہ ہوتا ہے اور تماشائیوں کے سامنے چند قدم چل کر دو منٹ میں اختر نگر پہنچ کر گلفام کو لیے ہوئے واپس آ جاتا ہے۔ تماشائیوں کو اس پر نہ تعجب ہوتا ہے نہ اعتراض۔

الزبتھ کے عہد میں نہ اسٹیج سینری تھی نہ کھیل کا پروگرام تقسیم کرنے کا رواج تھا ان حالات میں بہت سی چیزیں جو کر کے دکھانا چاہیے کہہ کے سنانا پڑتی تھیں۔ یہی حال اندر سبھا کے کھیل کا تھا۔ سبز پری کا تخت رواں پر اندر کی سبھا میں آنا، راستے میں اپنا تخت ایک محل کے کوٹھے پر اتارنا، کالے دیو کا اختر نگر پہنچ کر گلفام کو اس کے کوٹھے پر سے اڑا لانا، گلفام کا سبز پری کے تخت کا پایا پکڑ کر اندر کی سبھا میں جانا، لال دیو کا شمشاد کے پرانے درخت کے نیچے گلفام کو دیکھنا اور اندر کے حکم سے اس کو

تاث کے بے خطر کنوئیں میں قید کرنا، سبز پری کا گلفام کی تلاش میں شہر شہر اور جنگل جنگل پھرنا، لال دیو کا گلفام کو کنوئیں کی قید سے رہا کرنا یہ سب چیزیں تماشائی اپنی آنکھوں سے دیکھتے نہیں ہیں، مختلف کرداروں کی زبان سے سنتے ہیں۔

عہد الزبتھ کے تھیٹر میں بعض ضروری اطلاعیں تماشائیوں تک پہنچانے کے لیے کرداروں کے سوال جواب سے کام لیا جاتا تھا۔ اندر سبھا میں سبز پری شہزادے سے کہتی ہے:

بتلاؤ اب حسب نسب اور تم اپنا نام　　　رہتے ہو کس کام میں ہے گا کہاں مقام

اور شہزادہ جواب دیتا ہے:

محلوں میں رہتا ہوں میں عیش ہو میرا کام　　　شہزادہ ہوں ہند کا نام مرا گلفام

سولی لوکی (SOLILOQUY) یعنی اپنے دل سے باتیں کرنا اور اسائڈ (Aside) یعنی دو کرداروں کا اس طرح باتیں کرنا کہ دوسرے لوگ جو اسٹیج پر موجود ہیں وہ گویا ان کو نہیں سن رہے ہیں۔ ان دونوں چیزوں سے شیکسپیر نے اپنے ڈراموں میں اکثر کام لیا ہے۔ اندر سبھا میں بھی یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔ گلفام سوتے میں اٹھا لایا جاتا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ اپنے دل میں کہتا ہے:

کوٹھا میرا کیا ہوا چھوٹا کدھر مکاں　　　سویا تھا میں کس جگہ آیا ہائے کہاں

اسی طرح ایک غزل اور ایک گیت میں بھی دل سے باتیں کرتا ہے۔ جب لال دیو اندر کو پرستان میں ایک انسان (گلفام) کی موجودگی کی خبر دیتا ہے تو سبز پری اس کو منع کرتی ہے۔ جب اندر سبز پری کو انسان سے محبت کرنے پر ملامت کرتا ہے تو وہ اپنے تصور کا اعتراف کرنے کے بعد گلفام سے گفتگو کرتی ہے۔ جب اندر کے حکم سے گلفام

سبز پری کے حوالے کر دیا جاتا ہے تو وہ دونوں فراق کے دلوں کی باتیں پوچھتے اور بیان کرتے ہیں۔ ان تینوں موقعوں پر جو بات جیت ہوتی ہے وہ اندر کی موجودگی میں ہوتی ہے مگر وہ گویا اس کو نہیں سنتا

ہندوستان، یونان اور دوسرے مغربی ملکوں میں کھیل کی ابتدا کورس سے یعنی کئی آدمیوں کے مل کر گانے سے ہوتی تھی۔ اندر سبھا میں بھی سب پریاں مل کر راجا اندر کی آمد گاتے ہیں۔ سنسکرت ڈراموں میں سوتر دھار یعنی اسٹیج کا منتظم ہر کردار کا مجمعے سے تعارف کرتا تھا۔ اندر سبھا میں اسی غرض سے ہر کردار کی آمد گائی جاتی ہے۔ ہر کردار اپنا تعارف خود بھی کراتا ہے۔

"راجا ہوں میں قوم کا اندر میرا نام" اور "میرا سنگل دیپ میں ملکوں ملکوں راج"

گاتی ہوں میں اور ناچ سدا کام ہے میرا — آفاق میں پکھراج پری نام ہے میرا
حوروں کے منہ چڑھتے ہیں اڑنے کی شان پر — نیلم پری ہے نام مرا آسمان پر
انساں کا کام جن پہ میسر تمام ہے — جوڑا ہے سرخ، لال پری میرا نام ہے
معمور ہوں شوخی سے شرارت سے بھری ہوں — دھانی مری پوشاک ہے میں سبز پری ہوں

قدیم یونانی اداکار مصنوعی چہرے لگاتے تھے شیکسپیئر کا ایک کردار باٹم (Bottom) گدھے کا چہرا لگاتا تھا۔ قدیم ہندوستانی اداکار اپنے چہرے پینٹ کرتے تھے۔ اندر سبھا کے کھیل میں دیووں کے مصنوعی چہرے لگاتے اندر کے چہرے پر سفیدہ اور باریک کٹی ہوئی ابرق ملا کر ملتے تھے۔ پریوں اور گلفام کے چہرے پہ سفیدہ مل کر افشاں لگا کر ستاروں اور رنگین خالوں اور پنی کی سنہری روپہلی چھوٹی کوڑیوں سے طرح طرح کے نقش نگار بناتے تھے۔ اس طرح روپ بھر کر ان میں پرستانی حسن پیدا کرتے تھے۔

الزبتھی اسٹیج کی طرح اندر سبھا کے کھیل میں بھی ابتدا میں زنانے پارٹ لڑکے ادا کرتے تھے، مگر بعد کو عورتیں بھی پریاں بننے لگی تھیں۔ قدیم ہندوستانی اور الزبتھی تھیٹر کی طرح اندر سبھا میں بھی تمام اداکار اپنا پارٹ ادا کرنے کے بعد بھی تماشائیوں کے سامنے موجود رہتے تھے۔ قدیم یونانی ڈراموں کی طرح اندر سبھا کے کھیل کا اختتام کورس پر ہوتا تھا، جس میں سب پریاں مل کر مبارکباد گاتی تھیں۔

امانت کی وفات امانت نے صرف چوالیس برس کی عمر پائی۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ کو سہ شنبے کے دن شام کے قریب استسقا کے مرض میں ان کا انتقال ہوا اور آغا باقر کے امام باڑے کے قریب مسافر خانے میں دفن کیے گئے۔ ان کے معاصر شاعروں نے قطعات تاریخ کہے۔ میر وزیر علی نور شاگرد فخر الدولہ محمد رضا برق کا کہا ہوا قطعہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

اس میں امانت کا نام اور ان کے انتقال کی تاریخ، مہینہ، وقت اور دن سب کچھ آگیا ہے:

چوں امانت شاعر شیریں بیاں — بست و ششم داد بر دلہا ملال
اول ماہ جمادی وقت شام — کرد از دنیا بہ جنت انتقال
یوم سہ شنبہ کہ آمد بر سرش — آہ شد آں ماہ کامل در زوال
سید آغا حسن اسم شریف — بود در شعر و سخن صاحب کمال

بہر تاریخ وفاتش گفت نور
حیف بودہ آہ شاعر بے مثال
۱۲۷۵ھ

سید مسعود حسن رضوی ادیب

١٨٥٢

اندر سبھا

آمد راجا اندر کی بیچ سبھا کے

سبھا میں دوستو اندر کی آمد آمد ہے
پری جمالوں کے افسر کی آمد آمد ہے

خوشی سے چہچہے لازم ہیں صورت بلبل
اب اس چمن میں گلِ تر کی آمد آمد ہے

فروغِ حسن سے آنکھوں کو اب کرو روشن
زمیں پہ مہرِ منور کی آمد آمد ہے

دو زانو بیٹھو قرینے کے ساتھ محفل میں
پری کے دیو کے لشکر کی آمد آمد ہے ✓

زمیں پہ آئیں گی راجا کے ساتھ اب پریاں
ستاروں کی مہِ انور کی آمد آمد ہے

غضب کا گانا ہے اور ناچ ہے قیامت کا
بہارِ فتنۂ محشر کی آمد آمد ہے

بیاں میں راجہ کی آمد کا کیا کروں استاد
جگر کی، جان کی دلبر کی آمد آمد ہے

چھند بولا اپنے حسب حال زبانی راجا اندر کی

راجا ہوں میں قوم کا اور اندر میرا نام
بن پریوں کی دید کے نہیں مجھے آرام

سنو رے میرے دیو رے دل کو نہیں قرار
جلدی میرے واسطے سبھا کرو تیار

تخت بچھاؤ جگمگا جلدی سے اس آن
مجھ کو شب بھر بیٹھنا محفل کے درمیان

میرا سنگلدیپ میں ملکوں ملکوں راج
جی میرا ہے چاہتا کہ جلسہ دیکھوں آج

لاؤ پریوں کو مری جلدی جا کر ہاں
باری باری آن کر مجرا کریں یہاں

آمد پکھراج پری کی بیچ سبھا کے

محفل پہ سجا میں پکھراج پری آئی ہے
سارے معشوقوں کی سرتاج پری آئی ہے

حسن کا سایہ نہ کبھی خواب میں دیکھا ہوگا
آدمی زاد وہ دل ہیں وہ آج پری آئی ہے

دولت حسن سے ہو جائے گا عالم معمور
کرنے اس بزم میں اب راج پری آئی ہے

زرد ہو رنگ حسینوں کا نہ کیوں کر استاد
غل ہے محفل میں کہ پکھراج پری آئی ہے

شعر خوانی اپنے حسب حال زبانی پکھراج پری کی

گاتی پھرتی ہیں … ناچ سدا کام ہے میرا
آفاق میں پکھراج پری نام ہے میرا

پھندے سے مرے کوئی نکلنے نہیں پاتا
اس گلشن عالم میں بچھا دام ہے میرا

میں لاکھ کی دو لاکھ کی پروا نہیں رکھتی
قارون کا خزانہ ابھی انعام ہے میرا

کہتے ہیں جہاں میں جسے انساں گل و سنبل
وہ رخ ہے وہ گیسوے سیہ فام ہے میرا

بدمست مجھے دیکھ کے ہوتی ہے خدائی
معمور مے حسن سے کیا جام ہے میرا

کرتی ہوں دل و جاں سے میں لاجاں پرستش
کہتے ہیں جسے کفر وہ اسلام ہے میرا

اللہ نے بخشا ہے مجھے رتبہ عالی
گردوں جسے سب کہتے ہیں وہ بام ہے میرا

انساں کا شرارت سے مری بس نہیں چلتا
دل لے کے مکر جانا سدا کام ہے میرا

استاد کو دیتی ہوں دعا میں یہ جاں سے
یہ کام جہاں میں سحر و شام ہے میرا

چھند زبانی پکھراج پری کی بیچ سبھا کے

راجا اندر سبھا میں رہیں الٰہی شاد
جو مجھ سی ناچیز کو کیا سبھا میں یاد

کیا سبھا میں یاد مجھے راجا جی نے آج
دولت مال خزانے کی کب ہوں میں محتاج

ہیرا پنا چاہیے تخت نہ مجھ کو تاج
جگ میں بات استاد کی بنی رہے مہاراج

ٹھمری زبانی بچھراج پری کی

آئی پھول بھا میں بھانڈ کے گھر — کاہو کی نہیں موہے آج کھبر
چیری ہوں تری راجا اندر — رکھنا دن رین دیا کی نجر
سونے کا وانگے سنگیں کمٹ — روپے کے تکھت پر بیٹھ نڈر
چاروں کونوں پر لعل لٹیں — واہا کا کرم رہے آٹھ پہر
سایہ رہے پیر پیمبر کا — مولا کی سلار ہے نیک نجر
استاد یہ کہہ جگ جگ سے ہر دم — دنیا میں رہیں حجرت اکھتر

بسنت زبانی بچھراج پری کی بیچ دھن بہار کے فصل بہار میں

(استاد) رت آئی بسنت عجب بہار — کھلے جوڑ پھول بن بن کی ڈار

رت آئی

جھلکو کسم پھولے لاگی سرسوں — چھیکت چلت گھوں کی بار

رت آئی

پھر کے دولہ مالی کا چھوڑا — گروا گندت گیندان کے ہار

رت آئی

بسوا پھولے امبوا موراٹے — چمپا کے روکھ کلین کی بار

رت آئی

گوٹہ دا لیے استاد کے دوارے — چلو سب سکھین کر کر سنگار

رت آئی بسنت عجب بہار

⁘ ⁘ ⁘

(اضافہ) غزل بسنت کی زبانی پکھراج پری کی فصل بہار میں

ہیں جلوۂ تن سے در و دیوار بسنتی | پوشاک جو پہنے ہے مرا یار بسنتی
کیا فصل بہاری نے شگوفے ہیں کھلائے | معشوق ہیں پھرتے سر بازار بسنتی
گیندا ہے کھلا باغ میں میدان ہیں سرسوں | صحرا وہ بسنتی ہے یہ گلزار بسنتی
مخمل کا نئی رت میں جو لا زرد نہیں یاں | پہنے ہے قبا یار کی تلوار بسنتی
ہوں غم سے یہ جی زرد جو تو قتل کرے گا | خوں نکلے گا اے قاتل خونخوار بسنتی
اس رشک مسیحا کا جو ہو جائے اشارا | آنکھوں سے بنے نرگس بیمار بسنتی
گیندوں کے درختوں میں نہاں یاں نہیں گیندے | ہر شاخ کے سر پر ہے یہ دستار بسنتی
منھ زرد دوپٹے کے نہ آنچل سے چھپاؤ | ہو جائے نہ رنگ گل رخسار بسنتی
رت پھر گئی عالم میں چلی باد بہاری | میخانے کو سجواتے ہیں میخوار بسنتی
خوں ایک تو تھا میرا کیا زرد قبا نے | طرہ ہوئی اس پہ تری دستار بسنتی
کھلتی ہے مرے شوخ پہ ہر رنگ کی پوشاک | اودی، اگری، جمپئی، گلنار بسنتی
ہے لطف حسینوں کی دو رنگی کا امانت | دو چار گلابی ہوں تو دو چار بسنتی

ہولی زبانی پکھراج پری کی

پالاگی کر جوری | شام موسے کھیلو نہ ہوری
گویں چراون میں نکسی ہوں | ساس ننند کی چوری
سگری چنر رنگ میں نہ بھجوؤ | اتنی سنو بات موری

شام موسے کھیلو نہ ہوری

چھین جھپٹ موے ہاتھ سے گاگر | جورے بہیاں مروری

دل دھڑکت ہے سانس چڑھت ہے — دیہہ کنپت گوری گوری
شیام موسے کھیلو نہ ہوری
عبیر گلال لپٹ گیو مکھ پر — ساری رنگ میں بوری
ساس ہجارن گاری دے گی — بالم جیتا نہ چھوری
شیام موسے کھیلو نہ ہوری
بھاگ کھیل کے تم نے رے موہن — کا گت کینی موری
سکھین میں استاد کے آگے — ہوئیہہ شرم تھوری تھوری
شیام موسے کھیلو نہ ہوری

غزل زبانی پکھراج پری کی

بیداد مجھے یاد ہے واللہ تمہاری — یوسف کی قسم اب نہ کروں چاہ تمہاری
للہ قدم شرم کے کوچے سے نکالو — بازار میں ہم دیکھتے ہیں راہ تمہاری
عاشق کی مراد آئے رقیبوں کو الم ہو — جائے جو سواری کبھی درگاہ تمہاری
وہ بت مرے پاس آئے گا کس طرح یقین ہو — جھوٹی ہے قسم دوستو واللہ تمہاری
پڑتا ہی زمیں پر ہے خورشید کا دھوکا — صورت جو کبھی دیکھتا ہے ماہ تمہاری
بت بن گئے محفل میں رقیبوں سے نہ بولے — کیا بات ہے خالق کی قسم واہ تمہاری
دے جو طلب میں نے کیے ہنس کے وہ بولا — سرکار سے موقوف ہے تنخواہ تمہاری
ہر اک کے کبھی جاتے ہیں دریا بھی تا لاب — کیا ہم کو جھنکا تی ہے کنویں چاہ تمہاری
ہے عشق کا دریا بہ سر جوش امانت
عالم میں رکھے آبرو اللہ تمہاری

(داغ) غزل دوسری زبانی کھراج پری کی

ٹکرا کے سر کو جان نہ دوں میں تو کیا کروں — کب تک فراق یار کے صدمے سہا کروں
اندھیر ہے لگاؤں جو اس شعلہ رو سے لو — پروانہ غیر پردہ رہے میں جلا کروں
جی چاہتا ہے صنعتِ صانع پہ ہوں نثار — بت کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کروں
ہر چند چاہتا ہوں کہ بولوں نہ یار سے — قابو میں اپنے دل کو نہ پاؤں تو کیا کروں
اے بت ترے سوا نہیں کونین کی ہوس — اللہ سے کروں تو تری التجا کروں
انصاف ہو بتوں سے نہ میرا جو ہاتھوں ہاتھ — آگے خدا کے حشر میں محشر بپا کروں
میں مر گیا تو رو کے یہ کہنے لگا وہ شوخ — کس کو ستاؤں گالیاں کس پر جفا کروں
غمزے سے آ گئی مجھے اک آن میں قضا — شکریہ تیرے ناز کا کیونکر ادا کروں
ایسے مزے اٹھاتے ہیں آزارِ عشق میں — آئے مسیح بھی تو نہ اپنی دوا کروں
کوچے میں اس کے بیٹھ کے جی ہے یہ چاہتا — اوقات یاں بسر صفتِ نقشِ پا کروں
وہ بت ادا سے سامنے آ کر جو بیٹھ جائے — کعبے میں بھی نماز کو اپنی قضا کروں
لو بوسہ زلف کا تو دبائے گلا اجل — پھانسی [illegible] جو خلق میں خطا کروں
بے عشق کچھ جہاں میں نہیں زیست کا مزہ — دل یار کو [illegible] نہیں امانت تجھے کیا کروں

(خاص) غزل میری زبانی کھراج پری کی

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھا لیے — چھوٹے سے سن میں یار بڑے تم ہو چالیے
بوسہ جو مانگا چشم کا کیا قہر ہو گیا — مجھ پر نہ حسن بزم میں آنکھیں نکالیے
جانے نہ دوں گا آپ کو سننے کا کچھ نہیں — ہاں میں بنا کے وصل کا وعدہ نہ ٹالیے
دریا پہ ہم کنار جو ہووے وہ بحرِ حسن — خوش ہو کے ہر حباب کی ٹوپی اچھالیے

وہ گزرا میں ملاپ سے ہٹئے کہاں کا پیار — پھیلا کے پاؤں ہاتھ گلے میں نہ ڈالیے
اک بوسے پر یہ گالیاں اللہ کی پناہ — کچھ میں بھی اب کہوں گا نہیں منہ سنبھالیے
نظارہ روئے صاف کا منظور ہے ہمیں — دکھلا کے زلف کو نہ بلا سر کی ٹالیے
عاشق کو زہر غیر کو مصری کی ہو ڈلی — اس طرح کی نہ بات زباں سے نکالیے
بے پردہ تم کو کرنے لگے بزم میں رقیب — دامن چھڑا کے منہ کو گریباں میں ڈالیے
نامحرموں کی آنکھ نہ انگیا پہ جا پڑے — سینہ کھلا ہوا ہے وہ پٹا سنبھالیے
خوش چشم سب جہاں کے مانع ہیں بیوفا — جی چاہتا ہے آنکھ کسی پر نہ ڈالیے

درخواست نیلم پری کی زبانی راجا اندر کی

خوب رجھایا ناچ کے گا کے — پاس مرے اب بیٹھ تو آ کے
خوش ہوئی تجھ سے محفل ساری — اب ہے نیلم پری کی باری

لاؤ نیلم پری کو

آمد نیلم پری کی بیچ سبھا کے

سبھا میں آمد نیلم پری ہے — سراپا وہ نزاکت سے بھری ہے
ستاروں کی جھپک جاتی ہیں آنکھیں — وہ اس کے پر میں مقیش زری ہے
غضب گانا ہے اس کا اور چمکنا — کبھی زہرہ کبھی وہ مشتری ہے
خجالت سے نہ کیوں نیلی ہو سوسن — کہ نافرماں سے اس کو ہمسری ہے
نہ دیکھا ہوگا ناچ ایسا کسی نے — بلا ہے سحر ہے جادوگری ہے
تمام اس کے ہیں اعضا شعلۂ نور — شرارت کوٹ کر اس میں بھری ہے
زمیں پر وہ پری آتی ہے استاد — جواہر سے جو رنگت میں کھری ہے

شعر خوانی حسب حال اپنے زبانی نیلم پری کی

حوروں کے ہوش اڑتے ہیں اڑنے کی شان پر
نیلم پری ہے نام مرا آسمان پر

اللہ کے کرم سے زمانے میں ہے عروج
جھکتا ہے سر فلک کا مرے آستان پر

انساں کی کیا ہے اصل کہ بتلائے خاک کا
جن کھیل جاتے ہیں مری الفت سے جان پر

نیلم کو چوم چاٹ کے آنکھوں پہ رکھتے ہیں
شہرہ ہے میرا جوہریوں کی دکان پر

اڑتے نہیں ہیں میری نزاکت پہ کس کے ہوش
رکھتے ہیں پھول ہاتھ گلستاں میں کان پر

کرتا نہیں ہے کون محبت کا حق ادا
دیتے ہیں جان دیو مری آن بان پر

مستی کی طرح باغ میں جما ہے اس کا رنگ
سوسن جو ذکر لاتی ہے میرا زبان پر

پہرا مرے خیال میں دھنتی ہے سر سدا
مرتے ہیں تان سین ترانے کی تان پر

استاد نے زمیں پہ بلا کر دیا ہے نام
کیوں کر رہے نہ میرا دماغ آسمان پر

چھند زبانی نیلم پری کی بیچ سبھا کے

میں چیری سرکار کی اور تم راجوں کے راج
گانا مجھ معشوق کا سنو غور سے آج

سنو غور سے آج مرا راجا جی گانا
ناچ کی چھل بل دیکھ کر دیکھو بتلانا

ہوا ہے میرا تب اس محفل میں آنا
جب ہے سارا دیس بدیس استاد نے چھانا

چھند زبانی نیلم پری کی بیچ سبھا کے

آئی ہوں میں دور سے جنہیں کر کے یاد
مجرا میرا دیکھ کر کرو مرا دل شاد

کرو مرا دل شاد کہ میں جی کھول کے گاؤں
گا کے ناچ کے آج ہنر اپنا دکھلاؤں

ہنر دکھا کر محفل میں داد اپنی پاؤں
داد اپنی یاں پا کر گھر استاد کے جاؤں

ٹھمری زبانی نیلم پری کی بیچ دھن کھماچ کے

ںا جا جی کر د موسے بتیاں رے — دل تڑپت دن رتیاں رے
ہمری اور سے تم سے دن دونی — سوتن جاگے لگیاں رے
جیرا ڈرت تمھرے رو شن سے — دھڑکت ہیں موری چھتیاں رے
درس استاد کا چاہیے ہمکا — لکھ کے پٹھا دیو پتیاں رے

(اضافہ) ہولی زبانی نیلم پری کی بن سبھا کے

کانہا کو سمجھات نہ کوئی — انگیا رنگ میں بھجوئی
موری برج میں پت کھوئی

آج سکھی ہم گھر باں جا کے — بپت کی جان کو روئی
ابیر گلال چھڑا دن کھاطر — منھ آنسون سے دھوئی
بدن ہاٹ میں ملوئی

دوا نگا یہ گرا سے کے ہمکا — منھ پکڑا جب روئی
بخت لینی گاری دینی — ہم ہو، جان کو کھوئی
سکھی بس کھاہی کے سوئی

بیٹھ برج کے لوگن میں — کبری کا لبس بوئی
جو کھبر استاد نے پائی — گھر ہم ہاتھ سے کھوئی
بکھرتہ کر جوگن ہوئی

غزل زبانی نیلم پری کی بیچ بھا کے

شق کا خنجر لگا ہے دل پہ کاری اپنی نول — زخم کی صورت ہے خون آنکھوں سے جاری دن دون

باغ میں جاتی ہے اس گل کی سواری ان دنوں
دم چرائے پھرتی ہے باد بہاری ان دنوں

لے کے تسمیں کوچۂ قاتل میں لیجاتا ہے دل
دشمن اپنا کر رہا ہے دوست داری ان دنوں

بھولی بھولی شکل پر دل تڑپا جاتا ہے صنم
کیا ہے صورت ہو گئی ہے پیاری پیاری ان دنوں

دونوں ہم نے نکالا وصل میں دل کا بخار
فرقت دلدار میں ہے تپ کی باری ان دنوں

عشق کے آزار نے لاغر کیا ہے کس قدر
شکل پہچانی نہیں جاتی ہماری ان دنوں

قتل کرتا ہے عرق آلودہ ابرو خلق کو
کیا تری تلوار پر ہے آب داری ان دنوں

سر اٹھایا ہے جنوں نے عشق زلفِ یار میں
پاؤں کو درکار ہے زنجیر بھاری ان دنوں

راگ لاکر بزم میں عاشق برا کرتے ہیں حال
چھیڑے اللہ یہ پردے میں ستاری ان دنوں

پلکیں چھپکانے کا قاتل کو ہوا ہے تازہ شوق
چل رہی ہے دل پہ عاشق کے کٹاری ان دنوں

ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہو ہر دم اے آفت کس لیے
جان جاتی ہے کہو کس پر تمہاری ان دنوں

غزل دوسری زبانی نیلم پری کی بیچ سبھا کے (داخل)

دل مرا سیر چمن سے نہ ہوا شاد کبھی
لے گیا باغ میں بھولے سے صیاد کبھی

زندہ جب تک ہیں ہم اے جان جفائیں کر لو
یوں سہے گا نہ تمہاری کوئی بے داد کبھی

توڑتا بیڑیاں دیری نہ اگر وحشت میں
مانتا کاہے کو لوہا مرا حداد کبھی

سر جھکا جاتا ہے اٹھتے نہیں وحشت سے قدم
ہاتھ مجھ پر بھی کوئی چھوڑ دے جلاد کبھی

ستم ایجاد تجھے ہم نے بنایا جانی
اس طرح دل سے ستم ہوتے تھے ایجاد کبھی

تم وہ خوش قد ہو روش پر جو ذرا تن کے چلو
سر اٹھائے نہ چمن میں کوئی شمشاد کبھی

نہ لگایا لب گل رنگ سے مینائے شراب
ہم سے شیشے میں نہ اترا وہ پری زاد کبھی

دل کو تھا عالمِ طفلی میں یہ شوقِ صحرا
نہ کیا میں نے گلستاں کا سبق یاد کبھی

یلی زلف کا سودا لبِ شیریں کی ہوس
کبھی مجنوں ہوں ترے عشق میں فرہاد کبھی

صورت نقشِ قدم ہم نے گزاری اوقات
مٹ گئے صاف کبھی ہو گئے برباد کبھی

ہوگا تب جال میں بلبل کا پھنسنا معلوم
آئے گا موت کے پھندے میں جو صیاد کبھی

بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز
ہم بھی اس باغ میں تھے قید سے آزاد کبھی

یں قیامت بتِ بے شرم و حیا کی باتیں
کبھی کہتا ہے اہانت مجھے استاد کبھی

غزل تیسری زبانی نیلم پری کی
(خارج)

زہ وصال صنم کا اٹھائے گا پھر کیا
ڈرا جو ہجر سے وہ دل لگائے گا پھر کیا

سی کی زلف کی جانب جو کھنچ رہا ہے دل
بلائے تازہ مرے سر پہ لائے گا پھر کیا

ل خراب کو اک شمع رو کی لو ہے لگی
چراغِ حسن مرا گھر جلائے گا پھر کیا

ھلائے گا مری کیوں ہڈیاں جو تو اے غم
پسِ فنا سگِ یار آ کے کھائے گا پھر کیا

ہی خیر منہ کھول جوش پر ہے دیدۂ تر
کسی کے عشق کا طوفاں اٹھائے گا پھر کیا

گا کے راہ پر لایا ہے وہ رقیبوں کو
پہونچ کے گھر مجھے رستہ بتائے گا پھر کیا

بتوں کے کوچے سے بہر خدا نکل اے دل
یہاں جو بیٹھا ہے صدمے اٹھائے گا پھر کیا

جلے گا آپ جو ہر شعلہ رو کی فرقت میں
کسی کے دل کی لگی کو بجھائے گا پھر کیا

ہی خیر پھر پھڑکتی ہے آنکھ کیوں ہاں
غضب ہے وہ مجھے دیدے دکھائے گا پھر کیا

نا کو جان غنیمت گلہ ستم کا نہ کر
بگڑ کے یار سے اے دل بنائے گا پھر کیا

وہ دم حسینوں کا بھرتا ہے ہو چکی مری زیست
جو خود مرے گا کسی کو جلائے گا پھر کیا

دکھایا زیست میں جس نے نہ منہ امانت کا
پسِ وصال وہ تربت پہ آئے گا پھر کیا

فقرے لال پری کی درخواست میں زبانی راجا اندر کی

دکھا چکی تو کرتب سارے — پہلو میں اب بیٹھ ہمارے
کیا سبھا میں تو نے نام — اب ہے لال پری کا کام

لائی لال پری کو

آمد لال پری کی بیچ سبھا کے

سبھا میں لال پری کی سواری آتی ہے — جمانے رنگ اب اندر کی پیاری آتی
شفق میں آئے گا جھرمٹ نظر ستاروں کا — پہن کے سرخ وہ پوشاک بھاری آتی
حسین بزم کے شادی سے کھل پڑینگے تمام — گلوں کے واسطے بادِ بہاری آتی
نگاہ اس کی چھری سے سوا نکیلی ہے — لگانے سب کے دلوں پر کٹاری آتی
کھلے گا لالے کا تختہ سبھا میں اے یارو — نہال ہو کہ مراد اب تمہاری آتی
ودیٹا دیکھ کے بجلی گرے گی بجلی پر — کنارے پر وہ لگا کر کناری آتی
امیر کس زبان سے کہوں اس کی شوخیاں استاد — بہار تازہ کی محفل میں باری آتی

شعر خوانی زبانی لال پری کی بیچ سبھا کے

انساں کا کام حسن پہ میرے تمام ہے — جوڑا ہے سرخ لال پری میرا نام
یاقوت زر خرید ہے سرکار کا مری — نوکر عقیق لعل بدخشاں غلام
عاشق کو قتل کرتی ہوں ابرو کی تیغ سے — دن رات مجھ کو خون بہانے سے کام
پوشاک میری سرخ ہے مکھڑا ہے چاند سا — دیکھو شفق میں رات کو ماہ تمام
شوخی پہ میری ہوتے ہیں مرغ چمن حلال — ہر گل کو زیست باغ جہاں میں حرام
مرتیغ مجھ سے ہوتا ہے ہردم جو دوبدو — کرتا ہے لگا کے شہید دل میں نام

ستاد انجمن میں رہیں سرخ رو سدا　　اللہ سے دعا یہ مری صبح و شام ہے

چھند زبانی لال پری کی بیچ سبھا کے

بیٹھی تھی میں تن میں جوڑا پہنے لال　　یہاں بلا کر آپ نے بڑھا دیا اقبال
ڑھا دیا خیال کہ یاں مجھ کو بلوایا　　سماں سبھا کا آج بہت دن بعد دکھایا
وپ عروپ سبھا و مرے سب دل کو بھایا　　رہے سلامت استاد پریاں کر تیار سکھا سایا

ٹھمری زبانی لال پری کی بیچ دھن دیس کے

مرے جوبن میں لعل جڑے
بہت کھرے ادھار اجا رے
مونگا کو و چنی بہت سہے　　پرکھن والوں پہ گاج پڑے
بہت کھرے ادھار اجائے
تیاں موری گجب کھس رنگ　　جیسے انگیا میں کوٹے دھرے
بہت کھرے ادھار اجائے
مورے لالوں لال جوبن کی　　استاد سے کھبر کرے
بہت کھرے ادھار اجائے

ساون زبانی لال پری کی ساون کی فصل میں

بن پیا گھٹا نہیں بھاوے
وہ دل روند ہو آوے　　بجری کی چمک تہ پادے ڈراوے
بن پیا گھٹا نہیں بھاوے

انترہ

رت برکھا کی آئی رے گیاں — آج جیا کو کل نہیں آوے
موری اور سے یاد ن سجنی — کوئی اس کو سمجھاوے آوے
بن پیا گھٹا نہیں بھاوے
کٹ سے کہوں اس منھ بو مدن ماں — لکھ پتیاں جو پٹھاوے
پیتم کو کوئی بھری برکھا میں — وئی مارنی سے ملاوے لاوے
بن پیا گھٹا نہیں بھاوے
امنڈ گھمنڈ کے کاری بدریا — موہے ناحک نہ ستاوے
کوئی پون پروائی سے جا کہو — اور لمک برساوے جاوے
بن پیا گھٹا نہیں بھاوے
بھیجت ہوں آنسن کی بوندن — میگھا جھڑ نہ لگاوے
پیر استاد کو مان کے اپنے — بن پریت پر جاوے جاوے
بن پیا گھٹا نہیں بھاوے

(انتخاب) غزل ساون زبانی لال پری کی ساون کی فصل میں

دل کو مرغوب ہے ٹھنڈی جو ہوا ساون کی — مانگتا ہوں میں سدا حق سے دعا ساون کی
یاد آتا ہے وہ سبزہ وہ گھٹا ساون کی — شکل دکھلائے کہیں جلد خدا ساون کی
چڑھ گئی جبکہ فلک پر مری آہوں کا دھواں — گر گئی خلق کی نظروں سے گھٹا ساون کی
دیکھئے آنکھوں سے کس کس کی برستا ہے لہو — یاد ہاتھوں میں لگاتا ہے حنا ساون کی
زلف جاناں کے تریں یوں ہے دوپٹا اودا — شب تاریک میں جس طرح گھٹا ساون کی

ایک لحظہ نہیں تھمتی ہے جھڑی اشکوں کی — لگ گئی کیا مری آنکھوں کو ہوا ساون کی
ہجر ساقی میں رلاتا ہے ہمیں ابر سیاہ — غم و اندوہ بڑھاتی ہے گھٹا ساون کی
ابر بھاگا ہوا جاتا ہے خدا خیر کرے — آج بدلی نظر آتی ہے ہوا ساون کی
کیوں دمِ گریہ تصور نہ مجھے زلف کا ہو — رات ہوتی ہے سیاہی میں بلا ساون کی
موتی کانوں میں نہیں یار کی زلفوں کے قریب — چھائے بھادوں کے دو ٹکڑے ہیں ادھر گھٹا ساون کی
اے امانت یہ نکالی ہے زمیں تو نے نئی — پہلے تھی کس کی غزل تیرے سوا ساون کی

ہولی زبانی لالہ پری کی بیچ دھن سندھ کافی کے ہولی کی فصل میں

لاج رکھ لے شیام ہماری — میں چیری ہوں تمھاری
جرا دے سمجھ کر گاری

انترہ

عبیر گلال نہ مو پر ڈارو — نہ مارو پچکاری
آدھی دیہہ سب دیکھ پڑے گی — ساری بھجوؤ نہ ساری
کہیں گے لوگ متواری
تم چاتر ہولی کے کھلیا — ہم ڈرپوک اناڑی
تاک چھاتک لگا مت موہن — جاؤں تورے بلہاری
نہ کر موہے جان سے عاری
لاکھ کہی تم ایک نہ مانی — منتی کر کے ہاری
یاتو گھری استاد سے جا کے — کہیوں حکایت ساری
کہاں جاؤ گے گردھاری

غزل زبانی لال پری کی بیچ دھن دیس کے

خیال آتا ہے دل کو شکوۂ بیداد کیا کیجے — خدا سے اُس بتِ کافر کی فریاد کیا کیجے
بہار آئی ہے گلشن میں گھٹا جاتا ہے دم اپنا — قفس کے در کو وا کرتا نہیں صیاد کیا کیجے
عبث کرتا ہے تو ہم سے خیالِ یار کا شکوہ — جو بھولے آپ کو اے دل اسے پھر یاد کیا کیجے
مقابل سرو کو پا کر گلستاں میں وہ گل بولا — غلام اپنا جو ہو دل سے اسے آزاد کیا کیجے
کسی محبوب کا بوٹا سا قد آنکھوں میں پھرتا ہے — چمن میں دیکھ کر اے دل نئے شمشاد کیا کیجے
جنوں کا جوش کھوتا ہے رگوں کو چھو کے نشتر سے — نہ تجھ کو گالیاں دیجیے تو اے فصاد کیا کیجے
لہو بہتا ہے خیرِ دل کا ہمارا دم نکلتا ہے — گلے پر پھیرتا خنجر نہیں جلاد کیا کیجے
ہماری قبر کو ٹھوکر لگا کر یار کہتا ہے — ملا ہو خاک میں جو خود اسے برباد کیا کیجے

امانت کوہ پر پہنچا تو یوں فریاد چلایا
لبوں پر جان شیریں ہے اب اے استاد کیا کیجے

غزل دوسری زبانی لال پری کی (داخل)

شبِ فرقت میں نالوں نے جہاں سر پر اٹھایا ہے — زمیں کو زلزلہ ہے آسماں چکر میں آیا ہے
رخِ رنگیں کو ہنس کر زلف میں اس نے چھپایا ہے — تپاں ہے ابر میں بجلی چمن میں ابر چھایا ہے
چھپاؤں منہ ندامت سے لحد میں کیوں نہ میں وحشی — کفن نے داغِ عریانی کے جامے کو لگایا ہے
عیاں سیندور کا ٹیکہ نہیں محرابِ ابرو میں — چراغ اس شمع رو نے عین کعبے میں جلایا ہے
جناں میں حور کے سائے سے ہو گی ان کو اک وحشت — یہاں جن کو پری زادوں نے دیوانہ بنایا ہے
حساب آب و دانہ حشر میں ہو گا تو کہہ دوں گا — پیا ہے عمر بھر خونِ جگر غم میں نے کھایا ہے
نئی ہے روشنی اپنی لحد پر تنگ دستی میں — چراغوں کے عوض ہر شمع رو نے دل جلایا ہے

ے وہ تیرِ غیرتِ نگہ دل کو گالیاں دے کر — زباں کی تیغ کو خوب آپ نے پتھر چڑھایا ہے
عق بھولی ہے دیکھو شام کو شہر بدخشاں میں — لب رنگیں پہ مسّی مل کے اس نے پان کھایا ہے
یں اب زندگی ہے تلخ ان کی کڑوی باتوں سے — کسی دن زہر کھا لیجیے یہی جی میں سمایا ہے
ہیں اس کان میں یاقوت کا بندا تہِ گیسو — دکھا کر زلفِ پیچاں دل کسی سے ہاتھ لایا ہے
ری تربت پہ تانا چاندنی میں کیوں ہے نمگیرہ — یہ کس نے چادرِ مہتاب میں دھبا لگایا ہے
یں بے وجہ ہیم ہچکیاں آتی ہیں فرقت میں — کسی محبوب کو تو اے امانت یاد آیا ہے

غزل تیسری زبانی لال پری کی (خارج)

ہے فصلِ بہاری ہے یہی صیاد کا دھڑکا — دل اڑ گیا بلبل کا جو پتا کہیں کھڑکا
بلے تو رہا دام میں سو طرح کا دھڑکا — صیاد کو پھر نہ دیکھ کر دل صید کا پھڑکا
دال کی محبت میں ہے سو طرح کا دھڑکا — دل دوں کسی لڑکے کو میں ایسا نہیں لڑکا
ل دو دکھا کر خطِ رخسار و جبیں کو — قرآں کی تلاوت کرو دے نور کا تڑکا
وانوں کا خوں ہوتا ہے سر پر ترے ناحق — اے بادِ صبا شمع کو محفل میں نہ بھڑکا
ں چاہا کہ نامہ ابھی لکھ کر اسے بھیجوں — دیکھا جو کبوتر کو تو کیا دل مرا پھڑکا
بل کے دمِ سرد سے اک اوس پڑی ہے — اے بادِ صبا آتشِ گلزار کو بھڑکا
نکھوں میں ہے پھرتا سحرِ وصل کا عالم — اندیشہ رقیبوں کا نہ اغیار کا دھڑکا
دنا کسی مہ رو کا لپٹ کر وہ گلے سے — ٹھنڈی وہ ہوا صبح کی وہ نور کا تڑکا
شت نے بنایا ہے مجھے نخلِ ثمردار — پتھر نہ لگائے کوئی ایسا نہیں لڑکا
ثاں کے تلے ہے تری پیشانی روشن — پوشیدہ ہے اس چاندنی میں نور کا تڑکا
حق نہ امانت سے کہیں جلنے لگے وہ — اے مدعی جا جا کے تو آتش کو نہ بھڑکا

فقرے سبز پری کی درخواست میں زبانی راجا اندر کی

کاٹی رات مزے میں ساری　　بیٹھ مرے پہلو اب پیارکا
بہت لڑائی تو نے جان　　اب ہے سبز پری کا دھیان

لاؤ سبز پری کو

آمد سبز پری کی بیچ سبھا کے

آتی تنئے انداز سے اب سبز پری ہے　　لب سرخ ہیں پر سبز ہیں پوشاک ہری ہے
فیروزہ اسے دیکھ کے کھا جاتا ہے ہیرا　　چہرے میں زمرد سے سوا جلوہ گری ہے
جن اس سے خجالت کے سبب اڑ نہیں سکتے　　پریوں کو سدا شرم سے بے بال و پری ہے
زیور کی ہے کیا شان بھرے سے بدن پر　　اک شاخ ہے نازک کہ شگوفوں سے بھری ہے
پہنتا ہے زمرد یہ سدا دھانی دوپٹا　　کیا حسن کے اقبال سے سبزے کو چڑھی ہے
آمد کی خبر سن کے حسینوں میں نہیں دم　　جو شمع ہے محفل میں چراغِ سحری ہے
استاد عجب عاشق و معشوق کے ہیں نام　　شہزادہ وہ گلفام ہے یہ سبز پری ہے

شعر خوانی اپنے حسب حال زبانی سبز پری کی

معمور ہوں شوخی سے شرارت سے بھری ہوں　　دھانی مری پوشاک ہے میں سبز پری ہوں
کیا اصل ہے سبزے کی مرے حسن کے آگے　　فیروزے سے خوش رنگ زمرد سے کھری ہوں
لے لیتی ہوں دل آنکھ فرشتے سے ملا کر　　انسان ہے بلا کیا میں نہیں جن سے ڈری ہوں
شعلہ ہوں بھبوکا ہوں غضب ہے مرا غصہ　　جل جائیں پری زاد جو میں گرم ذری ہوں
زندہ نہ رہے گا تجھے سن لے گا جو راجا　　شہزادہ گلفام کی صورت پہ مری ہوں
وہ شمع میں پروانہ ہوں وہ سرو میں قمری　　وہ گل ہے بہاراں میں میں نسیم سحری ہوں

ستاد کے دم سے چمن حسن ہے سرسبز — میں واسطے طاؤس کے داغ جگری ہوں

چوبولا زبانی سبز پری کی

راجا جی تو سو گئے دیا نہ کچھ انعام — جاتی ہوں میں باغ میں یہاں مرا کیا کام
سن رے کالے دیو رے تو مری اک بات — آتی تھی راجا کے گھر میں جو آج کی رات
شہزادہ اک بام پر سوتا تھا نادان — جوبن اس کا دیکھ کر نکلی میری جان
اتری اپنے تخت سے تیر کلیجے کھائے — سوتا تھا وہ بے خبر ہاتھ پاؤں پھیلائے
صورت اس کی دیکھ کر دل سے گیا قرار — منھ پر منھ میں نے رکھا کیا خوب سا پیار
دل میرا لگتا نہیں محفل کے درمیان — قالب میرا ہے یہاں واں ہے میری جان
اس کو جا کر تو لا اٹھا جلدی جا کر یار — لونڈی میں ہو جاؤنگی تیری بے تکرار

جواب کالے دیو کا طرف سبز پری کے

گھر میں راجا کے ہے تو پریوں کی سردار — تجھ سے کر سکتا نہیں ہرگز میں انکار
تیری خاطر ہے مجھے سب یہاں روا — پتا بتا معشوق کا لاؤں ابھی اٹھا

جواب سبز پری کا طرف کالے دیو کے

جا تو سنگلدیپ سے اختر نگر میں ہاں — سوتا ہے اک ہر دلال محل پر وہاں
چھلا میں دے آئی ہوں اپنا اسے نشاں — سبز نگوں کی آب سے تو اس کو پہچاں

سوال کالے دیو کا سبز پری سے

لایا شہزادے کو میں جا کر ہندستان — تو اپنے معشوق کو سبز پری پہچان

جواب سبز پری کا خوش ہو کر طرف کالے دیو کے

یہی ہے شہزادہ مرا یہی ہے میری جان — یہی مراد دلدار ہے میں اس پر قربان

جگانا سبز پری کا شہزادہ گلفام کو شانہ ہلا کر

سوتے ہو کیا بے خبر چھوڑ کے تم گھر بار — آنکھیں کھولو لاڈلے نیند سے ہشیار

جاگنا شہزادے کا نیند سے اور کہنا گھبرا کر

کوٹھا میرا کیا ہوا چھوٹا کدھر مکاں — سویا تھا میں کس جگہ آیا ہائے کہاں

نہ وہ میرے لوگ ہیں نہ وہ میری جا — خواب یہ میں ہوں دیکھتا جاگ رہا ہوں یا

اشعار: ## گانا شہزادے کا غزل عالم حیرت میں بیتاب ہو کر

گھر سے یاں کون خدا کے لیے لایا مجھ کو — کس ستمگار نے سوتے سے جگایا مجھ کو

حق نے کیا خواب پریشاں یہ دکھایا مجھ کو — نظر آتا ہے نہ اپنا نہ پرایا مجھ کو

بس میں ظالم کے مجھے چھوڑ دیا ہائے غضب — ڈھونڈھنے کوئی پریشان ہی آیا مجھ کو

حیف صد حیف کسی نے نہ خبر لی میری — کیا عزیزوں نے مرے دل سے بھلایا مجھ کو

نیند کیا آنکھ کسی کی نہ کھلی کوٹھے پر — اٹھ کے موذی کے نہ چنگل سے چھڑایا مجھ کو

تا دمِ مرگ اب امید رہائی کی نہیں — کس بلا میں مرے اللہ پھنسایا مجھ کو

مخلصی کی کوئی تدبیر بتا دو استاد — ہے بہت گردشِ قسمت نے ستایا مجھ کو

پھر گانا شہزادے کا بہاگ کی چیز حالت اضطرار میں

مجھے کون گھر سے لایا یہاں — بتاؤ یہ کس کا ہے گا مکاں

مجھے کون

سب بچھڑے کوئی سنگ نہ ساتھی — عزیزوں کو اپنے پاؤں کہاں

مجھے کون

دل کا کس کو حال سناؤں — سر پر باپ نہ ماں

مجھے کون

گھر جانے کی آس نہیں ہے پڑی کس مصیبت میں مری جاں

مجھے کون

پھنس گئے ہم ظالم کے پھندے کوئی اُستاد ے کہیو ہاں

مجھے کون

کہنا سبز پری کا شہزادے کا ہاتھ تھام کے

دیکھو تم میری طرف گھر کا مت لو نام لونڈی مجھ کو جان کر کرو یہاں آرام
جو ہونا تھا سو ہوا جانے دو بس خیر چلو پھر دکھاؤ پیو کرو باغ کی سیر
بتلاؤ اب حسب نسب اور تم اپنا نام رہتے ہو کس کام میں ہے گا کہاں مقام

جواب شہزادہ گلفام کا

محلوں میں رہتا ہوں میں عشق ہے میرا کام شہزادہ ہوں ہند کا نام مرا گلفام

سوال شہزادے کا سبز پری سے

تو عورت کس قوم کی اپنا نام بتا دونوں شانوں پر ترے نکلا ہے یہ کیا

جواب سبز پری کا

قوم کی ہوں گی میں پری سمجھ نہ تو حیوان یہ دونوں پر ہیں مرے اے مورکھ نادان
رہتی ہوں میں قاف میں سبز پری ہے نام راجا اندر کے یہاں ناچ ہے میرا کام

سوال شہزادے کا

جلدی یہ بتلا مجھے دل کو ہے وسواس میرا آنا کس طرح ہوا ہے تیرے پاس

جواب سبز پری کا

تجھ پہ میں عاشق ہوئی چلتے چلتے راہ　　اٹھا منگایا یاں تجھے بھیج کے دیو سیاہ

شعر خوانی زبانی سبز پری کی مخاطب ہو کر شہزادے سے

سر پہ آنکھوں پہ کلیجے پہ بٹھاؤں تجھ کو　　آمرے پاس گلے سے میں لگاؤں تجھ کو
دل و جاں سے مجھے بھاتی ہیں ادائیں تیری　　پاس لا چاند سا منھ لوں میں بلائیں تیری
× لیٹ پہلو میں مرے گھر کو میں آباد کروں　　تجھ کو لپٹا کے گلے وصل سے دل شاد کروں

جواب شہزادے کا

وصل کی تیرے قسم گھر میں ہے کھانا مجھ کو　　نہ خبردار کبھی ہاتھ لگانا مجھ کو
مجھ کو ناداں نہ سمجھ دور ہو نادان ہیں ہم　　قوم کی تو جو پری ہے تو یا نا میں ہوں
بیسوا تجھ سی زمانے میں نہ ہو گی زنہار　　آپ بدنام ہوئی مجھ سے چھڑایا گھر بار
بھیج کر دیو مجھے کھینچ بلایا تو نے　　آدمی زاد کو پھندے میں پھنسایا تو نے

جواب سبز پری کا

زندگی کا ہے مزا ایسی ملاقاتوں میں　　چوچلے مجھ سے بگھارو نہ ذرا باتوں میں
شکر اللہ کا کر بڑھ گئی قسمت تیری　　یک بیک مجھ سی پری کو ہوئی الفت تیری
تجھ کو دیوانے نہیں شرم ذری آتی ہے　　خواب میں بھی کہیں انساں کے پری آتی ہے
دیکھ پچھتائے گا میرا جو برا دل ہوگا　　وصل تجھ کو نہ پری کا کبھی حاصل ہوگا

جواب شہزادے کا

گھر کے چھٹنے کا ہے غم آہ و فغاں کرتا ہوں　　وصل کا وعدہ میں اس شرط سے ہاں کرتا ہوں
سنی اندر کی سبھا میں نے کہانی میں ہے　　اس کا ارمان مجھے جوش جوانی میں ہے

اور جلسوں کا تو یاں ہند میں بھی چرچا ہے   ناچ پریوں کا کبھی میں نے نہیں دیکھا ہے
ساتھ اپنے مجھے لے چل کے وہ جلسہ دکھلا   راجا اندر کے اکھاڑے کا تماشا دکھلا
سیر میں تیرے سبب اس کی جو اک بار کروں   جیتے جی پھر نہ کبھی وصل کا انکار کروں
عمر بھر پاس سے تیرے نہ کہیں جاؤں میں   جو کہے تو اسے آنکھوں سے بجا لاؤں میں

جواب سبز پری کا

ایسی باتوں کا زباں پر نہیں لانا اچھا   جان آفت میں نہیں مفت پھنسانا اچھا
دیتا اندر کے اکھاڑے پہ عبث جان ہے تو   سخت بے عقل ہے دیوانہ ہے نادان ہے تو
ایسی جا سیر کو انسان نہیں چلتے ہیں   واں مری جان پری زاد کے پر جلتے ہیں
آفت آ جائے گی تجھ پر لئے اک آن کے بیچ   آدمی زاد کا کیا کام پرستان کے بیچ
کوئی راجا کو خبر جا کے لگا دیوے گا   پھونک دے گا وہ مجھے تجھ کو جلا دیوے گا
نہ جلائے گا تو آفت میں پھنسائے گا تجھے   قید کر کے وہ کنوئیں خوب جھنکائیگا تجھے

جواب شہزادے کا

میں نہ مانوں گا نہ مانوں گا کبھی بات تری   کام کس روز کہ آئے گی ملاقات تری
بات جو اصل تھی میں عقل سے پہچان گیا   باعث انکار کا جانی مرا دل جان گیا
تو کسی دیو کی خدمت میں وہاں جاتی ہے   اس لیے مجھ کو سبھا میں نہیں لے جاتی ہے

جواب سبز پری کا

بات ہرگز یہ زباں سے نہ نکالو صاحب   ہوش میں آؤ ذرا منہ کو سنبھالو صاحب
دیوے مجھ کو برا کام جو کرنا ہوتا   آدمی زاد پہ کس واسطے مرنا ہوتا
میں پری ہوں اور ایسے پہ فدا جان کروں   اڑی چوٹی پہ موئے دیو کو قربان کروں

جواب شہزادے کا

دل ہر اک شخص کا پھندے میں پھنساتی ہے تو — اے پری کیوں مجھے باتوں میں اڑاتی ہے تو
صبح ہوتی ہے مری جان کوئی آن کے بیچ — پھر دیں مجھ کو نہ چل کے پرستان کے بیچ
واں نہ لے جائے گی تو جی سے گزر جاؤں گا — میں ابھی اپنا گلا کاٹ کے مر جاؤں گا

جواب سبز پری کا

مفت کی یار خراب اپنی جوانی تو نے — ہائے افسوس مری بات نہ مانی تو نے
اب ملے گا نہ عزیزوں سے نہ ماں باپ سے تو — شیر کے منھ میں مری جان چلا آپ سے تو
تھک گئے ہونٹ کہاں تک اسے سمجھاؤں میں — چل اکھاڑا تجھے اندر کا دکھلاؤں میں

جواب شہزادے کا

کس طرح چلنے پہ تیار مری جان ہوں میں — تو پری زاد ہے چالاک اور انسان ہوں میں
اڑ کے تو جائے گی اک پل میں پرستان کے بیچ — ہاتھ پھیلا کے میں رہ جاؤں گا اُدن کے بیچ
کوئی اڑ چلنے کی تدبیر بتا دے مجھ کو — پر کسی دیو کے تو نوچ کے لا دے مجھ کو

جواب سبز پری کا

بہکی باتیں نہ کرو ہوش میں آؤ جانی — نہ پری زاد سے بے پر کی اڑاؤ جانی
تھام لو پایہ مرے تخت کا اب ہاتھ سے تم — چھوٹ جانا نہ کہیں راہ میں پر ساتھ سے تم
مجھ سے واں جا کے کوئی بات نہ کہنا صاحب — پیچھے پیچھے مرے تم ناچ میں رہنا صاحب
گا کے اور ناچ کے بت سب کو بنا دوں گی میں — تم کو لے جا کے درختوں میں چھپا دوں گی میں
کسی آفت میں یکایک اگر آنا جانی — یاد رکھنا کہ مجھے بھول نہ جانا جانی

آنا دوبارہ سبز پری کا سبھا میں اور کہنا چھند کا

سبھا میں بلوا کر مجھے آپ کہا آرام
آتی ہوں میں پھر یہاں کرنے اپنا کام
کرنے اپنا کام یہاں پھر میں ہوں آئی
ٹھمری چھند غزل کی جی میں دھن ہے سمائی
سماں بندھے گا آج جو میں جی کھول کے گائی
کہیں گے سب استاد نے کیا کیا چیز بنائی

ٹھمری زبانی سبز پری کی بیچ دھن کرچ کے

موری انکھیاں پھرکن لاگیں
کیا ہوا یار کدھر گئیں سکھیاں
انکھیاں پھرکن لاگیں

دیکھ پھنکت ہے جیا ترپت ہے
پیت لگا کے تجا ہم چکھیاں
انکھیاں پھرکن لاگیں

نینن میں دلدار بست ہے
یہ انکھیاں المساس پرکھیاں
انکھیاں پھرکن لاگیں

بل بل جاؤں میں استاد کے
بیچ سبھا میں موری پت رکھیاں
انکھیاں پھرکن لاگیں

(اضافہ) ٹھمری دوسری زبانی سبز پری کی بیچ دھن بیرج کے

سدھ لاگ رہی توری آٹھ پہر
تن من کی نہیں موہے کھاک کھبر
سدھ لاگ رہی

نس باسر موہے کل نہ پرت ہے
دکھلا دے جھلک کہوں ایک نجر
سدھ لاگ رہی

عرج کرت مورا جیرا ڈرت ہے
دل دھڑکت دیہہ کنپت تھر تھر

سدھ لاگ رہی

ہر کا پتا استاد لگا دے   بوری سی پھرت ہوں جدھر تدھر

سدھ لاگ رہی توری آٹھ پہر

غزل زبانی سبز پری کی بیچ دھن دیس کے

بھولا ہوں میں عالم کو سرشار اسے کہتے ہیں   مستی ہے نہیں غافل ہشیار اسے کہتے ہیں

دم لے کے مرا چھوڑا آزار اسے کہتے ہیں   اچھا نہ رہا اک دن بیمار اسے کہتے ہیں

کل گھر سے جدھر وہ نکلا اک حشر ہوا برپا   دل بس گئے عالم کے رفتار اسے کہتے ہیں

اس ماہ کا ہے جلوہ عشاق کی محفل میں   یوسف اسے کہتے ہیں بازار اسے کہتے ہیں

تصویر کو سکتہ ہے کہتے ہیں اسے نقشہ   آئینے کو حیرت ہے رخسار اسے کہتے ہیں

اک رشتۂ الفت میں گردن ہے ہزاروں کی   تسبیح اسے کہتے ہیں زنار اسے کہتے ہیں

محشر کا کیا وعدہ یاں شکل نہ دکھلائی   اقرار اسے کہتے ہیں انکار اسے کہتے ہیں

دل نے شب فرقت میں کیا ساتھ دیا میرا   مونس اسے کہتے ہیں غمخوار اسے کہتے ہیں

× شب گزری سحر آئی بک بک کے تھکا عاشق   بوسہ نہ دیا اس نے تکرار اسے کہتے ہیں

مژگاں نے کیا بے دم کہتے ہیں اسے خنجر   ابرو نے مجھے مارا تلوار اسے کہتے ہیں

خاموش ہی مانتا ہے کچھ اف بھی نہیں کرتا   کیا کیا نہیں اے پیارے اغیار اسے کہتے ہیں

(داخل) غزل دوسری زبانی سبز پری کی

مرے جان بخش کی الفت میں لب پہ جان آئی ہے   مریض عشق مرتا ہے مسیحا کی دہائی ہے

چنبیلی زرد ہر سو ایک جھونکے میں کھلائی ہے   ہتھیلی پہ بہار باغ نے سرسوں جمائی ہے

نہیں ہاتھے کی کا نشاں اس کے رخ پہ چھپ آئی ہے   جبیں نے شربت دیدار پہ چھڑکی ہوائی ہے

شب تاریک فرقت میں کرے کون اپنا دل روشن — چراغ اندھا ہے چربی شمع کی آنکھوں میں چھائی ہے
دفور خط سے ہو بدرنگ جلد مصحف عارض — کلام اللہ کی کافر نے کیا صورت بنائی ہے
جگہ فضل خدا سے اک بت کافر کی ہو دل میں — فرشتہ جا نہیں سکتا جہاں اپنی رسائی ہے
ہلاتا ہوں فلک کو بعد مردن دل کے نالوں سے — لحد میں پاؤں پھیلا کر زمیں سر پر اٹھائی ہے
خدا کے سامنے گردن جھکائے گا ندامت سے — بتوں کو کر کے سجدہ برہمن نے منہ کی کھائی ہے
جلانا آتش افسردوں کا کیا مشکل ہو دنیا میں — مرے نالوں نے اکثر آگ دوزخ میں لگائی ہے
مکرر بوسے لینے میں مزا ملتا ہو دنیا کا — لب شیریں جاناں قند کی گویا مٹھائی ہے
نہ پہونچا آپ کو ساعد چھڑا کر پاس غیروں کے — کلائی ہاتھ میں لے کر مرے دل کو کل آئی ہے
محبت میں کدورت سے کلام آجاتے ہیں اکثر — غبار خاطر آئینہ سے خاک اس سے صفائی ہے
مری تربت کے سبزے پر گماں بیجا ہے شبنم کا — لحد پر موتیوں کی چرخ نے چادر چڑھائی ہے
رخ رنگیں کے بوسے غیر کی غیبت میں لیتا ہوں — اڑا ہی باغ سے صیاد بلبل کی بن آئی ہے
رکھے اللہ عزت عشق میں کچھ بن نہیں پڑتی — اکیلا میں ہوں اس بت کی طرف ساری خدائی ہے
لیا ہو ابروئے قاتل کا بوسہ میں نے غصے میں — جگر دیکھو ہمارا منہ پہ کیا تلوار کھائی ہے
پھنسی ہو عشق کے پھندے میں جیسے جان آفت کی — مدد کو یا علیؑ پہونچو دم مشکل کشائی ہے

(خارج) غزل تیسری زبانی سبز پری کی

پیدا ہوئے ہیں چاہنے والے نئے نئے — انداز یار نے ہیں نکالے نئے نئے
گیسو بڑھا کے روز دیا کرتے ہیں وہ بل — ڈسنے کو میرے سانپ ہیں پالے نئے نئے
گھیرے ہیں اس کو غیر کبھی آشنا کبھی — ہیں گرد میرے چاند کے ہالے نئے نئے
گردوں کے دور میں انھیں کمل نہیں نصیب — جو لوگ اوڑھتے تھے دوشالے نئے نئے

ہر نظر ہے عاشق مژگاں کی ان کو موت — لیے ہیں ہول دیکھ کے بھالے نئے نئے
کانٹوں سے اتفاق ہو سبزے سے ہے گریز — دیتے ہیں خار پاؤں کے چھالے نئے نئے
مژگاں کی ہیں صفیں فرس ناز پر سوار — سرکار حسن میں ہیں رسالے نئے نئے
زلفوں کی وہ لٹوں کو بناتے ہیں ناز سے — ہیں گورے گورے ہاتھ میں کالے نئے نئے
ہے ابتدائے عشق امانت خدا بچائے — جلاد کے ہوئے ہیں حوالے نئے نئے

چغلی کھانا لال دیو کا راجا اندر سے مثنوی میں

مہا راج کو حق رکھے شاد کام — نئی عرض ہے آج کرتا غلام
میں کھاتا تھا اس دم چمن کی ہوا — حقیقت وہ دیکھی کہ ہوش اڑ گیا
شجر ہے پرانا جو شمشاد کا — گزر واں ہے اک آدمی زاد کا
نہیں کرتی اصلا مری عقل کام — وہ انساں ہے یا کہ ماہ تمام
اسے کون لایا یہاں اپنے ساتھ — اسی فکر میں کب سے ملتا ہوں ہاتھ

کہنا سبز پری کا لال دیو سے عالم یاس میں

نہ کر لال دیو اس طرح کے کلام — ارے بے مروت زباں اپنی تھام
خدا کے غضب سے زرا دل میں کانپ — چغل خور کے منہ کو ڈستے ہیں سانپ
پری کی طرف دیکھ احمق نہ بن — برائی سے باز آ بقول حسن
کسی کی بدی تو نہ کر عیب ہے — کہ اس کا خدا عالم الغیب ہے
دل عاشق اس بات سے ہل گیا — تجھے ہائے کم بخت کیا مل گیا

پوچھنا راجا اندر کا لال دیو سے غضبناک ہو کر

ارے دیو تو ہے یہ کیا بک رہا — مرے باغ میں کام انساں کا کیا

ہوا کس طرح یاں بشر کا گذر　　پرندوں کے دہشت سے جلتے ہیں پر
قدم رکھ سکے جن کی کیا جان ہے　　فرشتوں کی یاں عقل حیران ہے
کسی دیو سے آشنائی نہ ہو　　پری کوئی ساتھ اپنے لائی نہ ہو
ے کھینچ لا پاس میرے شتاب　　کہ غصے سے ہے حال میرا خراب

جانا لال دیو کا پاس گلفام کے اور پوچھنا طیش کھا کر

ے کہ جن ہے کہ سایا ہے تو　　پرستان میں کیونکر آیا ہے تو
تا آنکھ کر جلد مجھ سے بیاں　　بٹھایا تجھے کس نے لاکر یہاں
ن کا کوئی گل کہ بوٹا ہے تو　　ستارہ دیا بن کے ٹوٹا ہے تو
ی پریہ شیدا ترا دل ہوا　　اکھاڑے میں اندر کے داخل ہوا
ے ساتھ چل جلد اے بے شعور　　بلایا ہے راجا نے اپنے حضور

نا لال دیو کا گلفام کو کھینچ کر روبرو راجا اندر کے اور عرض کرنا

حضوری میں حاضر ہے یہ شعلہ خو　　مہاراج صاحب جگہ روبرو
یا آپ کا حکم لایا غلام　　چمن میں پہونچ کر کیا اپنا کام
عبر کے تلے سے اٹھایا اسے　　سبھا کی طرف کھینچ لایا اسے
ہیں کچھ اس کی نہ فریاد سے　　اڑا لایا قمری کو شمشاد سے
کیجئے جو سزا وار ہے　　کھڑا دست بستہ گنہگار ہے

پوچھنا راجا اندر کا گلفام سے سبب داخل ہونے کا پرستان میں

ے کون ہے تو نڈر کیا ہے نام　　سبھا توڑنے کی میری برہم تمام
ے لایا یاں کون اے بد صفات　　بیاں مجھ سے کر جلد یہ واردات

کیا قصد تو نے پرستان کا | نہ خوف آیا اپنی تجھے جان کا
مری ساری محفل کی لی آبرو | یہاں گھورنے آیا پریوں کو تو
بتا حال آنے کا اے دردناک | جلا کر ابھی ورنہ کردوں گا خاک

عرض کرنا گلفام کا راجا اندر سے عالم ہراس میں ہاتھ جوڑ کر

کہوں کیا فلک کا ستایا ہوں میں | یہاں کھیل کر جی پہ آیا ہوں میں
پری سبز جو ہے اکھاڑے میں یاں | اسی کا ہوں دیوانہ میں نیم جاں
سبھا کی سدا دھوم سنتا تھا میں | اسی فکر میں سر کو دھنتا تھا میں
وہ آنے لگی آج کی شب جو یاں | لٹک کر ہوا تخت میں میں رواں
بلا میں ہوا یاں گرفتار ہوں | جو چاہو سزا دو گنہ گار ہوں

بلانا راجا اندر کا سبز پری کو سامنے اپنے اور لعنت ملامت کرنا

اری او پری سبز او بے حیا | مرے سامنے جلد آ بیسوا
تھڑی ہے تری ذات بنیاد پر | کہ عاشق ہوئی آدمی زاد پر
بنایا اری تو نے انساں کو یار | بقول حسن سن تو اے نابکار
ترا رنگ غیرت سے اڑتا نہیں | تجھے کیا پری زاد جڑتا نہیں
سبھا میں لگا لائی انساں کو ہاتھ | ترا اب گریباں ہو اور میرا ہاتھ

عرض کرنا سبز پری کا راجا اندر سے

جفا و ستم کی سزاوار ہوں | حقیقت میں تیری گنہ گار ہوں

نادم کرنا سبز پری کا گلفام کو اور رونا گلے لپٹ کر

ارے کیوں میں واں تجھ سے کہتی تھی کیا | نہ مانا مرا ہائے تو نے کیا

...ایں پڑا آپ بھی بے خطا — مجھے بھی اکھاڑے میں رسوا کیا
...ہاں پھینکیے اب دیکھوں راجا تجھے — خدا کو مری جان سونپا تجھے
...جیتے ہیں تو پھر بھی مل جائیں گے — نہیں تو کیے کی سزا پائیں گے

...ہنا راجا اندر کا لال دیو سے واسطے قید گلفام کے اور نکلوانا سبز پری کو اکھاڑے سے پر نوچ کر

...ے دیو کر قصد بے داد کا — پکڑ ہاتھ اس آدمی زاد کا
...کنواں وہ جو ہے قاف میں پر خطر — ابھی اس میں جا کر اسے قید کر
...ری سبز جو ہے یہ آگے کھڑی — خطا کی ہے اس بے حیا نے بڑی
...سو تو نوچ کر اس کے پر اور بال — اکھاڑے سے میرے ابھی دے نکال
...اڑاتی پھرے خاک یہ کو بہ کو — نہ آئے ہمارے کبھی روبرو

...آنا سبز پری کا جوگن بن کے پرستان میں اور آمد گانا لوگوں کا

...جوگن آتی ہے پری بن کے پرستان کے بیچ — سر میں ہاتھوں میں مندرے ہیں پڑے کان کے بیچ
...سر پہ انڈوا ہے رکھے منھ پہ رمائے ہے بھبوت — سیلیاں ڈالے ہے گردن میں گریبان کے بیچ
...ل متوالی ہے آنکھیں ہیں مئے عشق سے لال — مست شہزادہ گلفام کے ہے دھیان کے بیچ
...سر کو دھنتے ہیں صدا سن کے چرند اور پرند — بھیرویں کا عجب انداز ہے ہر تان کے بیچ
...انت لب پر ہیں لب یار کی مشتاق آنکھیں — دل ہے سینے میں تپاں وصل کے ارمان کے بیچ
...ہیں گلفام کا کوسوں نہیں ملتا ہے پتا — خاک اڑاتی ہوئی پھرتی ہے بیابان کے بیچ
...رہ آفت ہے قیامت ہیں ادائیں اس کی — حشر عام میں بپا کرتی ہے اک آن کے بیچ
...سبز جوڑے میں ہے کیا چہرۂ روشن کی ضیا — صبح کو چاند نے ہے کھیت کیا دھان کے بیچ

دیو مدہوش ہیں پریوں میں نہیں دم آستاد   جن تڑپتے ہیں پڑے جان نہیں تن کے بیچ

ٹھمری گانا جوگن کا پرستان میں بیچ دھن بھیروں کے

میں تو شہزادہ کو ڈھونڈھن چلیاں

انگ بھبھوت جوگن بن ملیاں   چھان پھری سب گلیاں

میں تو شہزادہ کو ڈھونڈھن چلیاں

جی جاوت ہے ڈگر نہیں آوت   ہم محلوں کی پلیاں رے
لٹ چھٹکا کے بھیس بنا کے   دیس بدیس نکلیاں رے
انگ بھبھوت جوگن بن ملیاں   چھان پھری سب گلیاں

میں تو شہزادے کو ڈھونڈھن چلیاں

سیس بکس گیو پاؤں جھلس گیو   دھوپ میں بن بن جلیاں رے
تن کمھلا گیو مکھ مرجھا گیو   جیسے گلاب کی کلیاں رے
انگ بھبھوت جوگن بن ملیاں   چھان پھری سب گلیاں

میں تو شہزادے کو ڈھونڈھن چلیاں

جگ دشمن ہے راہ کٹھن ہے   بلا میں کیوں کر ٹلیاں رے
جائے کہو استاد سے گیاں   انکھیاں لوگ بدلیاں رے
انگ بھبھوت جوگن بن ملیاں   چھان پھری سب گلیاں

میں تو شہزادے کو ڈھونڈھن چلیاں

اضافہ۔ ٹھمری دوسری زبانی جوگن کی بیچ دھن بھیرویں کے

کہاں پاؤں کہاں پاؤں یار رے میں

انترہ

یار کی چھاؤں نجر نہیں آوت ڈھونڈھت ہوں سنسار ے میں

کہاں پاؤں

کارے کروں کت ہیرن جاؤں سوچت ہوں بار بار رے میں

کہاں پاؤں

سپنے میں دلدار کو پاکے چونک پڑی بھنسار رے میں

کہاں پاؤں

پیا کارن استاد کے جاکے ہوئیہوں گلے کا ہار رے میں

کہاں پاؤں کہاں پاؤں یار رے میں

غزل زبانی جوگن کی فراق تنہرانہ گلفام میں

مرتا ہوں ترے ہجر میں اے یار خبر لے	اب جان سے جاتا ہے یہ بیمار خبر لے
پھرتا ہوں تصور میں ترے صبح سے تا شام	بیتاب ہے یہ طالب دیدار خبر لے
بازار وفا گرم ہے اے یوسف ثانی	دل بیچتا ہے تیرا خریدار خبر لے
ڈھونڈے سے بھی اب تیرا ٹھکانا نہیں ملتا	ہوں چھان رہا کوچہ و بازار خبر لے
دنیا میں کوئی آن کوئی دم کا ہوں مہماں	اب سانس ہے لیتا مجھے دشوار خبر لے
آ تجھ اس کی مجھ کو کیا حال دل زار سے آگاہ	کس طرح ہے بیمار کی بیمار خبر لے
آنکھیں ہیں لگی در سے دکھا شکل خدارا	سر پھوڑ رہا ہوں پس دیوار خبر لے
اتنا بھی نہیں چاہیے عاشق سے تغافل	سو بار اگر ٹال تو اک بار خبر لے
آغاز محبت میں نہیں زیست کی امید	مرتا ہے ترا تازہ گرفتار خبر لے

للہ دکھا شکل اب اے طفل برہمن — اے بے خبر اے بستہ زنار خبر لے
سنتے ہیں کہ فرقت میں تڑپتا ہے امانت — جلد اے بت بے دیں پے غفار خبر لے

(اضافہ) غزل دوسری زبانی جوگن کی عالم بیقراری میں بیچ دھن بھیرویں کے

رت بن میں ہے نہاں جی کو ہے کل سے بے کلی — جلد خبر لو ہم دمو جان فراق میں چلی
بادِ صبا جو صبح دم باغ میں ناز سے چلی — نخل نہال ہو گئے پھول گئی کلی کلی
سائے کی طرح خط بڑھا چہرہ صاف اتر گیا — آیا زوال یار پر حسن کی دوپہر ڈھلی
تجھ سا نہ شکریں دہن ہوگا حسین کو ہ یمن — شاخ نبات ہونٹ ہیں بات نبات کی ڈلی
تار کشی دوپٹا تو اوڑھے کرن جو ماہتاب کے — ہو شب ماہتاب میں کیا ہی صنم جھلا جھلی
چلتا ہے باغ میں وہ گل جبکہ اٹھا کے پائنچے — خار ہر ایک پھول کو دیتی ہے کیا کلی کلی
قصد کیا جو ابر میں اس گل تر نے سیر کا — سبزے نے دور تک کیا دشت میں فرش مخملی
یار سا ناز نیں کوئی کب ہے ریاض دہر میں — بوجھ ہے زرد سر ہوا جوڑا جو پہنا صندلی
میں نے شب فراق میں کی جو اک آہ آتشیں — جسم یہ شمع کا پھنکا پھنکے لگی جلی جلی
آئی بہار ساقیا جام شراب دے پلا — پھول کھلے پھلے شجر ابر اٹھا ہوا چلی
زلف دراز قطع کی مجھ سے الجھ کے یار نے — جان چھٹی عذاب سے روگ گیا بلا ٹلی
تیری بھووں میں بل پڑا قتل ہوا میں تیغ سے — تیری ادھر پلک ہلی مجھ پہ ادھر چھری چلی
بہکے زمین شہر میں پاؤں امانت اپنا کیا — جب ہوئی لغزش اک ذرا نکلا زباں سے یا علی

تعریف کرنا کالے دیو کا جوگن کی راجہ اندر سے

خدا راجا جی کو رکھے شادماں — جو ہو جان بخشی تو کھولوں زباں
پرستان میں جوگن اک آئی ہے — خلائق سب اس کی تماشائی ہے

وہ ہے ناچنے گانے اس آن سے — کہ جن صدقے ہوتے ہیں سو جان سے
غضب بھیرویں کی ہر اک تان ہے — خدائی کا دل اس پہ قربان ہے
ملی ہے بھبھوت اور سے افشاں جنی — نہ دیکھی ہے جوگن نہ ایسی سُنی

مشتاق ہونا راجا اندر کا اور بلوانا جوگن کو کالے دیو سے

نہ کر دیر لے دیو بہر خدا — اکھاڑے میں میرے اسے جلد لا
میں دیکھوں وہ جوگن ہے کس شان کی — پری ہے وہ یا قسم انسان کی ہے
کسی دیو جن کی ستائی نہ ہو — مرے پاس فریاد لائی نہ ہو
مزہ راگ کا ناچ کا ذوق ہے — فقیروں سے مجھ کو بہت شوق ہے
نہ لائے وہ کچھ اور دل میں خیال — دکھائے مجھے آکے اپنا کمال

سوال کالے دیو کا جوگن سے اور ظاہر کرنا اشتیاق راجا اندر کا

اری جوگن اب دل میں ہو اپنے شاد — کیا ہے تجھے راجا اندر نے یاد
کسی سے ترا سن لیا ہے جو حال — ملاقات کا شوق اسے ہے کمال
مرا دیر کرنا اسے شاق ہے — ترے ناچ گانے کا مشتاق ہے
مراد اب ترے دل کی بر آئے گی — جو مانگے گی وہ چیز مل جائے گی
نہ پھر عمر بھر تو کرے گی سوال — وہ اک دم میں کر دے گا تجھ کو نہال

جواب جوگن کا طرف کالے دیو کے طعنہ آمیز اور لگاوٹ کرنا بعد اس کے

یہ باتیں نہ لانا زباں پہ کبھی — فقیروں سے اچھی نہیں دل لگی
بڑا وہ مراد دینے والا ہوا — خوشامد سے منہ تیرا کالا ہوا

فقیروں کو دولت کی پروا نہیں — یہاں ہر کے افضال سے کیا نہیں

جو گانے کا راجا طلب گار ہے — تو یاں کس کو چلنے میں انکار ہے

طبیعت مخاطب اگر پاؤں گی — جو آتا ہے مجھ کو سنا آؤں گی

حاضر کرنا کالے دیو کا جوگن کو سبھا میں اور عرض کرنا راجا اندر سے

مہاراج کیجے ادھر اب نگاہ — یہ جوگن ہے حاضر بحال تباہ

ملا کس خرابی سے اس کا نشاں — ہوا میں پرستاں میں ہر سو رواں

بہت جلد خدمت میں آیا ہوں میں — اکھاڑے میں جوگن کو لایا ہوں میں

عجب خوش گلو ہے یہ زہرہ جبیں — اڑاتی ہے جنگلے میں کیا بھیرویں

ہر اک تان پر لوٹ جاتا ہے جی
سنا ہوگا گانا نہ ایسا کبھی

دیکھنا راجا اندر کا طرف جوگن کے اور دریافت کرنا حال جوگ کا

اری جوگن اے درد کی مبتلا — فقیروں کا کیوں بھیس تو نے کیا

فدا کس پہ ہے کس پہ شیدا ہے تو — کوئی آدمی ہے پری یا ہے تو

کہاں سے یہاں تیرا آنا ہوا — کہ مشتاق سارا زمانا ہوا

کسے ڈھونڈتی پھرتی ہے کو بکو — اڑاتی ہے کیوں خاک جنگل میں تو

سنا اپنا گانا مجھے بھی ذرا — اڑا بھیرویں چھیڑ یا جوگیا

جواب جوگن کا درد آمیز طرف راجا اندر کے اور عرض حال کرنا

مہاراج پوچھو نہ جوگن کا حال — فقیروں کا دل درد سے ہے نڈھال

مرا مجھ سے معشوق ہے چھٹ گیا — مرا راج اس دیس میں لٹ گیا

ں ڈھونڈھنے اسکو آئی ہوں میں　　　بروگن ہوں غم کی ستائی ہوں میں
تی ہوں گانا جو ہے مجھ کو یاد　　　عجب کیا جو مل جائے دل کی مراد
راگ سے غیر ہو دل کا حال　　　نہ جوگن کا رد کیجئے گا سوال

ھری گانا جوگن کا سامنے راجا اندر کے بیچ دھن بھیرویں کے

ہاں گیو گیاں شہزادہ جانی پیارا　　　دل تڑپے رے ہمارا
کہاں گیو
کا پتا کہوں لاگت ناہیں　　　ڈھونڈھ پھری بن سارا
کہاں گیو
جانی کے ان نینن میں　　　رین دِنا اندھیارا
کہاں گیو
ں میں جیسے تڑپھ مچھریا　　　تڑپت ہوگا بچارا
کہاں گیو
و کہے استاد رے جاکے　　　ٹھہرے دم کا سہارا
کہاں گیو گیاں شہزادہ جانی پیارا

وری دینا راجا اندر کا جوگن کو محظوظ ہو کر اور جواب دینا جوگن کا

نثر

ں لے کے کیا کروں، کسی سبزہ رنگ کا دھیان ہے۔ ہڈیاں چونا ہیں، بدن
ہان پان ہے۔ عشق آہو پی کے رنگ لایا ہے۔ فراق نے قتل کا بیڑا
یا ہے۔ گلوری لیکے کیا کرتا ہے۔ فقیروں کا منھ کون کیل سکتا ہے۔

ہوئی گانا جوگن کا سامنے راجا اندر کے بیچ دھن سند بھیرویں کے

جر جائے گیاں ایسی ہوری
بن سیّاں دیہہ سنگت موری

بھاگ سہاگ پیا سنگ بھاگو — سب چریاں ہمسم توری
سُرکھ چنریا اڑھاؤ نہ سجنی — تن من آگ لگو رسی

بن سیّاں دیہہ سنگت موری

عبیر گلال ملاؤ کھاک میں — کیسو پھاگ کیسی ہوری
آنگن کے بیچ رنگ بھری گاگر — دیو ٹیک بھیم تجوری

بن سیاں دیہہ سنگت موری

بن پیا مکھ پر مار کے تھاپر — کھوب گلال ملو رسی
نینن کی پچکاری بنا کے — آنسون رنگ میں بوری

بن سیّاں دیہہ سنگت موری

ٹھگ ہاری یوں ٹھاڑن ہوں اُن بن — جیسے کینی بے چوری
کامکھ نے استاد کے جاؤں — بجیانے آکہت توری

بن سیّاں دیہہ سنگت موری

ہار دینا راجا اندر کا جوگن کو پھر جواب دینا جوگن کا اور ہار نہ لینا

ہار نہ تمہارا نہ لوں گی، دل کو خار ہے — اپنا گل عذار گلے کا ہار ہو تو بہار ہے

پھر غزل گانا جوگن کا بیچ دھن بھیرویں کے

دل کو چین اک دم نہ چرخ کہن ملتا نہیں — وہ مرا گلفام وہ گل پیرہن ملتا نہیں

کس طرف صرصر نے گل کو اڑا کر لے گئی
گلشنِ عالم میں وہ رنگ چمن ملتا نہیں

باؤلی ہوں بحرِ الفت میں زلیخا کی طرح
یوسفِ گم گشتہ کا چاہِ ذقن ملتا نہیں

زندگی سے تنگ ہوں بے یار باغِ دہر میں
بے کلی ہے دل کو وہ غنچہ دہن ملتا نہیں

جیتے جی جس پہ مرے انسان کرے ترک لباس
بعد مردن اس کے ہاتھوں سے کفن ملتا نہیں

شکل طاؤس گلستاں ہوں سراپا داغ دار
گل بدن پر کھلے ہیں وہ گل بدن ملتا نہیں

جس کی خاطر جا بجا بھٹکی ہوں بحرِ عالم میں کہ دریا
وہ غریقِ قلزمِ رنج و محن ملتا نہیں

کرتی ہوں کو کو سدا صحرا میں قمری کی طرح
پر کہیں وہ غیرتِ سروِ چمن ملتا نہیں

ٹھوکریں کھاتی ہوں جنگل کی عفا دیتا ہے دم
جان پر بن جائے ایسا کوئی بن ملتا نہیں

کانٹے تلوؤں میں چبھے ہیں جا کے اب ڈھونڈوں کہاں
پیرہن میں بھی مرا نازک بدن ملتا نہیں

صورتِ فرہاد میں نے چھان مارے سب پہاڑ
پر کوئی استادِ شیریں سخن ملتا نہیں

شمالی رومال دینا راجا اندر کا جوگن کو خوش ہو کر پھر جواب دینا جوگن کا معنی یہ ہیں

رومال انھیں دیجئے جو تنگ دست ہیں۔ فقیر اپنی کملی میں مست ہیں۔ عشق کی گرمی نے مارا ہے۔ پشمینے سے کنارا ہے۔ راجا کے دور میں سپلے آئی ہوں۔ جو مانگوں سو پاؤں۔

اقرار کرنا راجا اندر کا جوگن سے

مانگ، کیا مانگتی ہے۔

غزل گانا جوگن کا طلب گلفام میں

کہتا ہے کوئی دم میں آن میں اب کام ہمارا
انعام میں دیجئے ہمیں گلفام ہمارا

اب چاہ سے یوسف کو نکلواؤ ہمارے
گھٹتا ہے اندھیرے میں دلِ آرام ہمارا

عاشق نے ترے مانگ لیا راجا سے تجھ کو
دے آئے کوئی اس کو یہ پیغام ہمارا

آجائے اگر یار تو چھاتی سے لگائیں — سینے میں تپاں ہے دل ناکام ہمارا
اب وصل کے تو دن گزرے خلق میں بے کھٹکے — آغاز سے بہتر ہوا انجام ہمارا
منگوایئے شہزادے کو اب دیر نہ کیجے — نام آپ کا ہو خلق میں اور کام ہمارا
اللہ مددگار ہے ہر حال میں استاد — کر سکتی ہے کیا گردش ایام ہمارا

بھیجنا راجا اندر کا سبز پری کو اور طلب کرنا لال دیو کو واسطے خلاصی گلفام کے

اے لال دیو اس طرف جلد آ — بڑا مجھ کو جوگی نے دھوکا دیا
بناوٹ کی تھی ساری جادوگری — نہیں آدمی سبز ہے یہ پری
اسے زر کی خواہش نہ یاں لائی تھی — پکڑنے گرفتار کو آئی تھی
کبھی اس کو ملتا نہ وہ گل عذار — مگر قول ہارا ہوں میں تین بار
نکال اب کنوئیں سے تو گلفام کو — حوالے کر اس نیک انجام کو

ملنا گلفام کا سبز پری کو اور گفت و شنید حال ایام فراق کی آپس میں

سوال سبز پری کا

قہر تھا ہجر قیامت تھی جدائی تیری — میرے خالق نے مجھے شکل دکھائی تیری

جواب شہزادے کا

خاک ہے منہ پہ لٹی بال ہیں سر کے بکھرے — ہائے اس عشق نے کیا شکل بنائی تیری

جواب سبز پری کا

مجھ پہ بننا تھا جو کچھ ہو گیا اے شہ عجم — ہو گئی قید مصیبت سے رہائی تیری

جواب شہزادے کا

تو مرے آگے نکالی گئی تھی نوچ کے پر — راجا تک پھر ہوئی کس طرح رسائی تیری

جواب سبز پری کا

...ت کے جوگن ہوئی اندر کی سبھا میں داخل
پھر یہاں چاہ مجھے کھینچ کے لائی تیری

جواب شہزادے کا

...ہر کے راجا سے مجھے کس نے تجھے دلوایا
دشمن جاں تھی مری جان خدائی تیری

جواب سبز پری کا

...ا کے اور ناچ کے راجا کو رجھایا میں نے
تب ملاقات میسر مجھے آئی تیری

جواب شہزادے کا

...ر کی طالب ہوئی تجھ کو لیا راجا سے
اب شرف لے گئی شاہی پہ گدائی تیری

جواب سبز پری کا

...یہ کم بخت نے کس زور سے پہنچا پکڑا
ہو گئی لال نزاکت سے کلائی تیری

جواب شہزادے کا

...ن عشق نے سارا ترا جوبن لوٹا
آدھی صورت نہ جدا میں نے نہ پائی تیری

جواب سبز پری کا

...ے نے کر دیا بیمار سے بدتر تجھ کو
گھر میں لے چل کے کروں گی میں دوائی تیری

جواب شہزادے کا

...ریاں سنج میں تلووں میں چبھے ہیں کانٹے
خار دیتا ہے مجھے برہنہ پائی تیری

جواب سبز پری کا

...م کو ایذا ہوئی پاپوش کے صدقے میں ہوئی
جان اندر نے تصدق نہ ہم بچائی تیری

جواب شہزادے کا

میں ترے ہاتھ لگا تو مرے پھندے میں پھنسی   میرا مطلب ہوا امید بر آئی تیری

جواب سبز پری کا

ہے تمنا یہ مرے دل میں کہ اب حشر تلک   نفس اتنا دے دکھیوں جدائی تیری

مبارکباد گانا سبز پری کا گلفام سے ہم بغل ہو کر ساتھ سب پریوں کے

شادیٔ جلوۂ گلفام مبارک ہووے   عیش و عشرت کا سرانجام مبارک ہووے
بعد مدت کے حسینوں کا نصیبا جاگا   فرش راحت پہ اب آرام مبارک ہووے
سرو قمری کو سزاوار ہو بلبل کو گل   ہم کو یہ سرو گل اندام مبارک ہووے
پی چکے خون جگر ہجر میں جی بھر بھر کے   شربت وصل کا اب جام مبارک ہووے
تخت پر ہم کو مبارک ہو جہاں میں پھرنا   غیر کو گردش ایام مبارک ہووے
ہو چکے عشق میں بدنام بڑی مدت تک   اب زمانے میں ہمیں نام مبارک ہووے
حیلہ سازوں کے نہ پھندے میں پھنسے طائر دل   گیسوؤں کا ہمیں اب دام مبارک ہووے
حوریں جنت کو مبارک ہوں فلک کو تارے   باغ کو گل ہمیں گلفام مبارک ہووے
چھینے شہزادے کو اب راجا نہ ہم سے استاد   یہ امانت سحر و شام مبارک ہووے

توضیحات

(۱) جوگیا میلے اور رہس سے تفصیلی حال کے لیے ملاحظہ کریں مصنف کی کتاب "لکھنؤ کا شاہی اسٹیج"، شائع کردہ کتاب نگر، لکھنؤ

(۲) مثنوی عشق نامہ مصنفہ واجد علی شاہ ص ۱۶۷

(۳) یہ مقدمہ شرح اندر سبھا کے نام سے لکھا گیا ہے اور صرف ان نسخوں میں شامل ہے جو ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوئے

(۴) مصنف کی کتاب "اردو ڈراما اور اسٹیج" مطبوعہ کتاب نگر لکھنؤ دیکھیں۔

(۵) رسالہ "کارواں" لاہور بابت ماہ ۱۹۳۴ء صفحہ ۹

(۶) اس ناٹک کا اصل نام "ماہ منیر" ہے۔

(۷) چوبولا: اس کتاب میں دو چوبولے ہیں جو ہندی دوہے کی بحر میں مثنوی کی شکل کی نظمیں ہیں۔ ایک میں پانچ اور ایک میں سات شعر ہیں۔

(۸) قوم کا لفظ ذات اور طبقے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ مثلاً: فلاں شخص قوم کا نائی دھوبی، جولاہہ، پٹھان، سید، کائستھ یا برہمن ہے۔ یہاں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے اور آگے چل کر ان دو مصرعوں میں بھی "قوم کی ہوں گی میں پری سمجھ نہ تو حیوان" یا "قوم کی تو جو پری ہے تو پیا نامیں ہوں" قوم کے یہی معنی ہیں۔

(۹) پکھراج: جواہرات کی قسم سے زرد رنگ کا ایک قیمتی پتھر۔

(۱۰) اس کتاب میں پانچ چھند ہیں اور پانچوں ہندی دوہوں کی بحر میں چھ چھ مصرعوں کی نظمیں ہیں جن کے پہلے دو مصرعوں کا قافیہ ایک اور باقی چار مصرعوں کا قافیہ دوسرا ہے اور دوسرے مصرع کا نصف آخر تیسرے مصرع کا نصف اول ہے۔

(۱۱) براجے سیس مکٹ: سیس پر مکٹ براجے یعنی سر پر تاج رہے۔ دعائیہ فقرہ ہے۔

(۱۲) ہر: مہادیو کا ایک نام یہاں مراد خدا۔

(۱۳) حضرت اختر: حضرت اختر یعنی سلطان عالم واجد علی شاہ اختر

(۱۴) بالہ: بال، بالی۔

(۱۵) چھوہرا: چھوکرا، لڑکا۔

(۱۶) گرداڈارت: گلے میں ڈالتا ہے۔

(۱۷) ٹیسو: ڈھاک کے پھول

(۱۸) انبوا: آم

(۱۹) انبوا موراانے: آم کے درختوں میں بور آیا۔ بور کو مور بھی کہتے ہیں۔ لکھنؤ میں اب یہ لفظ متروک ہو چکا ہے، مگر پہلے مستعمل تھا: افسوس لکھنوی موسم بہار و برسات کی تعریف میں لکھتے ہیں: پھول بہار کے انواع و اقسام کے پھولتے پھلتے ہیں، آم موراتے ہیں (آرائش محفل صلا) پھر آم کے بیان میں لکھتے "درخت اسکا باغ کی آرائش اور مور کی بو باس باغ کی آسائش (آرائش محفل صلا) کاظم علی جواں لکھتے ہیں "بسنت رت میں ٹیسو پھولا ہوا تھا اور مور آیا ہوا تھا" (سنگھاسن بتیسی صـ۳۵) واجد علی شاہ کے درباری شاعر قلق لکھنوی کہتے ہیں ؎ ڈھاک پھولا ہے مور آیا ہے لالہ کہ وہ رنگ لایا ہے

(۲۰) بار: باڑھ، قطار

(۲۱) گڑوا: سرسوں کے پھولوں کا گل دستہ جس کو پیشہ ور گوئیے اور طوائفیں مٹی کے پھول دان میں لگا کر بسنت کے دن امیروں کے سامنے پیش کر کے مبارکباد گاتی اور انعام پاتی تھیں۔ میر وزیر علی صبا لکھنوی کہتے ہیں ؎
مژدۂ فصلِ بہاری اے صبا سنتا نصیب گڑوے کر آئیں گل بدونا چپے گاتے ہوئے

(۲۲) آنکھوں سے: بڑی خوشی سے۔ دلی خواہش کے ساتھ

(۲۳) رت پھر گئی: موسم بدل گیا۔

(۲۴) کر: ہاتھ

(۲۵) عبیر (ابیر) : باریک کٹی ہوئی ابرق جو گلال میں ملائی جاتی ہے۔

(۲٦) گلال : لال رنگ کا سفوف جو ہولی میں ہلبارے ایک دوسرے کے چہرے پر ملتے ہیں۔

(۲۷) پھاگ : ہولی کے کھیل کود، خوش فعلیاں

(۲۸) ہو ہیوں تھوری تھوری : شرمندہ ہوں گی۔ جھینپوں گی۔

(۲۹) ہاتھوں ہاتھ : جلدی فوراً

(۳۰) 'نہ بات' اور 'نبات' تلفظ یکساں ہیں اور نبات کے معنی ہیں مصری۔ اس طرح پہلے مصرع کے بعد جب 'نہ بات' کے لفظ کان میں پڑتے ہیں تو ایہام کی ایک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳۱) نامحرم میں لفظ 'محرم' کے ایک معنی انگیا بھی ہیں۔

(۳۲) نیلم : جواہرات کی قسم سے گہرے نیلے رنگ کا ایک قیمتی پتھر۔

(۳۳) نافرمان : گل لالہ کی ایک قسم۔ نافرمانی رنگ : گہرا سرخ سیاہی مائل رنگ۔

(۳۴) مجرا : طوائفوں کا بیٹھ کر گانا۔

(۳۵) دِن دِن : روز روز، ہر روز

(۳٦) روس : واحد روس، ناراضی، غصہ

(۳۷) دَرس : دیدار

(۳۸) پٹھا دیو : بھیج دو

(۳۹) کاہنا : کنھیا کرشن

(۴۰) برج : اس کا لغوی ترجمہ بَرج (فتح را کے ساتھ) اور عوامی تلفظ برج (ضم را کے ساتھ) ہے یہ اس خطے کا نام ہے جس میں متھرا، گوکل اور بندرابن (برندابن)

کے مقامات واقع ہیں، جہاں کرشن جی نے اپنا لڑکپن گزارا تھا۔

(۴۱) گردا لگایو: گلے لگایا۔

(۴۲) ہم ہو: ہم بھی

(۴۳) کبری متھرا میں رہتی تھی اور برج متھرا کے خطے میں تھا۔ برج سے گوکل بھی مراد لیتے ہیں۔ اس لیے یہاں برج کی جگہ متھرا لکھنا بہتر تھا۔

(۴۴) متھرا کا ظالم راجا کنس کرشن جی کا ماموں تھا۔ اس کی طلب پر کرشن جی سب گوپیوں کو گوکل میں چھوڑ کر متھرا چلے گئے۔ وہاں ایک عورت کو دیکھا جو کنس کے لیے ہار پھول، صندل غازہ وغیرہ لے کر جایا کرتی تھی؛ اس کا جسم تین جگہ سے ٹیڑھا تھا، اس بنا پر وہ کبجا، کہلاتی تھی کرشن جی نے اس کو حسینہ کہہ کر خطاب کیا۔ ان کی زبان سے نکلا ہوا یہ لفظ حقیقت بن کر رہا۔ وہ کرشن جی کی موہنی صورت اور پیاری باتوں پر فریفتہ ہو گئی۔ اس نے وہ چیزیں، جو کنس کے واسطے لیے جا رہی تھی کرشن جی کو دے دیں، ان کے جسم پر غازہ ملا اور ماتھے پر تلک لگایا، جس سے ان کی زینت بڑھ گئی۔ کرشن جی نے خوش ہو کر اس کے پیروں کو اپنے پاؤں سے دبایا اور انگلیاں ٹھوڑی میں لگا کر اوپر کو ایک جھٹکا دیا جس سے اس کا جسم سیدھا ہو گیا اور وہ بہت خوبصورت عورت نکل آئی۔ کرشن جی کو اس سے محبت ہو گئی۔ اس لیے سب گوپیاں، بالخصوص کرشن جی کی محبوبہ رادھا اس سے جلنے لگیں۔ وہ تحقیر کی غرض سے اس کا ذکر کبری یعنی کبڑی کے نام سے کرتی تھیں۔

(۴۵) کبری کا بس بوئی: کبڑی کیا بس (وش) بوئے گی، کیا زہر پھیلائے گی۔ ہمارے خلاف کیا کیا کہے گی، ہم کو کس کس طرح بدنام کرے گی۔

(۴٦) نکس کر : نکل کر

(۴۷) شیشے میں اتارنا : جب کسی شخص کے سر پر کوئی جن یا پری آتی ہے تو عامل اپنے عمل کے ذریعے اس کو اس شخص کے سر سے اتار کر شیشے یعنی بوتل میں بند کر لیتے ابھی سے شیشے میں اتارنا' ایک محاورہ بن گیا جس کے معنی ہیں قابو میں کر لینا۔

(۴۸) کناری : پتلا گچکا جو کپڑوں کے کناروں پر ٹانکا جاتا ہے۔

(۴۹) مریخ : ایک ستارے کا نام۔ اسے جلاد فلک بھی کہتے ہیں۔

(۵۰) روپ : صورت (۵۱) سُروپ : حسن

(۵۲) سبھاؤ : طبیعت ، مزاج سیرت (۵۳) کرتار : کردگار ، خالق ، خدا

(۵۴) چُنّی : یاقوت کا چھوٹا سا نگ

(۵۵) گاج پڑے : بجلی گرے ، بد دعا کا کلمہ۔

(۵٦) کوَلے : واحد کولا ، نارنگی (۵۷) یادن : یہ دن ، اس دن

(۵۸) سجنی : اچھی ، پیاری (سہیلی) گیاں۔

(۵۹) کاسے : کس سے

(٦۰) دَئی ماری : اللہ ماری ، جس پر خدا کی مار ہے ، مصیبت زدہ

(٦۱) پَوَن : ہوا (٦۲) جھر : جھڑی

(٦۳) جھالے : واحد جھالا۔ بھادوں کے مہینے میں جھالے بھی پڑتے ہیں اور دڈیڑے بھی۔ افسوس لکھنوی لکھتے ہیں۔

"اساڑھ کے دودگرے ، ساون کی جھڑیاں ، بھادوں کے دڈیڑے مشہور ہیں" (آرائش

محفل ص۱۲۱) جھالا کان میں پہننے کے ایک زیور کا نام بھی ہے۔

(۶۴) د: (۶۵) دہ، کا اشارہ موتیوں کی طرف اور "یہ" کا نہ لقوں کی طرف ہے۔

(۶۶) اناری: اناڑی، ناواقف، نوسکھیا۔

(۶۷) یاہو: یہی، اسی

(۶۸) غیر: رقیب

(۶۹) پتھر چاٹنا: کسی باڑہ دار چیز کو تیز کرنے کے لیے پتھر پر رگڑنا۔

(۷۰) بدخشاں کے لعل مشہور ہیں۔ یعنی 'شفق' اور 'بدخشاں' دونوں سے سرخ رنگ کی طرف ذہن جاتا ہے۔

(۷۱) اڑنا: باد‌ل میں لے لینا، باتیں بنا کر اپنا اثر جما لینا

(۷۲) سبز پری اور گلفام کے عشق کا ذکر قبل از وقت اور بے محل ہے

(۷۳) ابھی تک نہ پری شہزادے کے نام سے واقف نہ تھی آگے چل کر جب کالا دیو شہزادے کو سوتے میں اٹھا لایا اور سبز پری نے اس سے نام پوچھا تو اس نے بتایا" شہزادہ ہوں کا نام مرا گلفام" اس لیے یہاں گلفام کا نام لینا مناسب نہ تھا۔

(۷۴) جو حسن، جوانی۔ ہندی 'یوون'

(۵) کھائے: کلیجے پر تیر کھا کر یا کھائے ہوئے۔

۷۶) سبز پری کے چھلے کے نگ بھی سرخ تھے۔

(۷۷) ڈراما ئی پیش گوئی

(۷۸) سدھ: یاد (۷۹) نِس باسر: رات دن

(۸۰) بوری۔ بی دیوانی

(۸۱) جدھر تدھر: اِدھر اُدھر، یہاں وہاں، ہر طرف۔ افسوسؔ لکھنوی نے "آرائشِ محفل" میں یہ فقرہ بہت استعمال کیا ہے۔ مثلاً "زنبق و بنفشہ جدھر تدھر" (صفحہ ۲) اس جہاں میں پہلے جدھر تدھر پانی ہی موجود تھا" (صفحہ ۳۳) "چپے چپے پر آبادی جدھر تدھر" (صفحہ ۵۶) "کسبیاں بھی اپنے شہر کی اپنے تئیں بنائے چنائے جدھر تدھر (صفحہ ۱۰۶) "صندل داگر کی دو کانوں میں جدھر تدھر انبار" (صفحہ ۱۴۴)

(۸۲) آئینہ ہے: صاف ظاہر ہے۔

(۸۳) خار دینا: تکلیف پہنچانا

(۸۴) دردناک: دردمند۔ یہاں اس لفظ کا استعمال نامناسب ہے۔

(۸۵) سمرن: تسبیح، مالا، بڑے بڑے گول دانوں کی لڑ جو کلائی پر باندھی جاتی ہے۔

(۸۶) مندرا: کان میں پہننے کا بالا یا حلقہ

(۸۷) کھیت کرنا: طلوع ہونا، نکلنا (چاند یا چاندنی کا)

(۸۸) انگ: بدن

(۸۹) بھبھوت: سادھوؤں کی دھونی کی راکھ۔

(۹۰) سیس بکس گیو: سر چٹخ گیا، چندیا چٹخ گئی۔ دھوپ کی انتہائی شدت کا اظہار

(۹۱) کیت: کدھر

(۹۲) ہیرن: ڈھونڈھنے

(۹۳) بھنسار: سویرے تڑکے

(۹۴) شاخ نبات: بانس یا کسی دوسری لکڑی کی تیلیاں جو مصری کے کوزے میں لگاتے ہیں

(۹۵) جنگلا: جنگلی: ایک راگنی کا نام اس لفظ میں ایہام ہے۔

(۹۶) کُیّاں : چھوٹا کنواں

(۹۷) بھاگ سہاگ : خوش قسمتی اور خوش حالی۔

(۹۸) بھاگو : بھاگا

(۹۹) چُریاں : چوڑیاں

(۱۰۰) لگو : لگی

(۱۰۱) بھر جوبری : بہت زور سے، پوری طاقت سے

(۱۰۲) تھاپر : تھپڑ

(۱۰۳) ٹھگ ماری ٹھگوں کی ستائی ہوئی۔ یہ عورتوں کا محاورہ ہے جب کسی عورت کو کسی انتظار میں دیر تک اپنے کاموں کو روکے ہوئے حیران و پریشان رہنا ہے تو وہ کہتی ہیں "میں ٹھگ ماری بنی بیٹھی ہوں"۔

(۱۰۴) گل کھانا : محبت کے جوش میں محبوب کی انگوٹھی چھلا یا کوئی اور چیز آگ میں تپا کر اپنے بدن کو داغ لینا۔

(۱۰۵) نازک بدن : بیر کی ایک قسم کا نام بھی ہے۔

(۱۰۶) جوگن کا یہ سوال اور راجا اندر کا جواب یہاں صرف ایک مرتبہ لکھا گیا ہے لیکن شرح میں مصنف اس سوال و جواب کا ذکر کر کے لکھتا ہے "اسی طرح تین مرتبہ آپس میں قول و قرار ہوا" اور راجا اندر جب لال دیو کو حکم دیتا ہے کہ گلفام کو کنویں سے نکال کر جوگن کے حوالے کر دے تو اس سلسلے میں کہتا ہے "کبھی اس کو مت نہ دہ گل عذار، مگر قول ہارا ہوں میں تین بار" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر سبھا کے کھیل میں جوگن کو اپنا سوال اور اندر کو اپنا جواب تین تین مرتبہ ادا کرنا چاہیے۔